بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

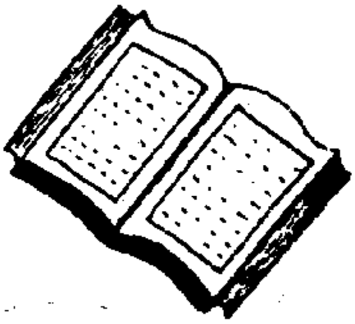

الفرقان

ماہ جولائی ۱۹۵۴

مضامین

قرآنی خوابیں، مشکلات قرآنی کا حل، تحقیق ام الالسنہ،
اسلامی پردہ، یتیم پوتے کی وراثت، قرآن مجید کے روحانی مشاہدات،
تعدد ازدواج، دو رکوع کا سلیس اردو ترجمہ مع تفسیری حواشی۔

سالانہ چندہ	ایڈیٹر	فی نسخہ
پانچ روپے	ابو العطاء الجالندھری	آٹھ آنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ماہنامہ

الفرقان

احمد نگر
ربوہ

جلد ۴ ———— نمبر ۷

بابت ماہ
ذوالقعدہ ۱۳۷۳ھ ✦ جولائی ۱۹۵۴ء

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان مضمون	نام مضمون نگار	صفحہ
۱	قرآنی خوابیں (تعبیر الرؤیا کے چند بنیادی اصول!)	ایڈیٹر	۱
۲	مشکلاتِ قرآنی کا حل (آیت والقینا علیٰ کرسیہ جسداً کی تفسیر)	"	۹
۳	تحقیق ام الالسنہ (عربی زبان کے تمام زبانوں کی ماں ہونے کا قطعی ثبوت)	جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ - لائل پور	۱۳
۴	"اردو زبان میں عربی الفاظ"	تبصرہ از ادارہ	۱۶
۵	البیان یعنی قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مع مختصر حواشی	ابو العطاء	۱۷
۶	مسئلہ تعدد ازدواج قرآن مجید کی روشنی میں (رسالہ طلوع اسلام کی غلط تفسیر کا تازہ ترین نمونہ)	ایڈیٹر	۲۳
۷	مسئلہ عورت کا پردہ بروئے قرآن مجید	جناب چوہدری احمد الدین صاحب پلیڈر - گجرات	۲۵
۸	قرآن مجید کی وحی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روحانی مشاہدات کا ایک نمونہ	جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب	۳۴
۹	مخزنِ رازہائے ربانی (فارسی نظم)	از کلام حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ	۴۰
۱۰	یتیم پوتے کا حق وراثت بموجودگی عم خود	جناب چوہدری احمد الدین صاحب پلیڈر گجرات	۴۱
۱۱	شذرات	ایڈیٹر	۴۷

(طابع و ناشر ابو العطاء جالندھری نے خالد پرنٹنگ پریس سرگودھا میں چھپوا کر دفتر الفرقان ربوہ ضلع جھنگ سے شائع کیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذوالقعدہ ۱۳۷۳ھ | الفرقان | جولائی ۱۹۵۴ء

قرآنی خوابیں

علم تعبیر الرؤیا کے چند بنیادی اصول!

انسانی زندگی دو حصوں پر مشتمل ہے (۱) بیداری (۲) نیند۔ حقیقی بیداری اور صحیح نیند انسان کے نشو و نما کیلئے ضروری ہے۔ ان کے بغیر نہ انسان جسمانی طور پر کامل ہوتا ہے اور نہ ہی روحانی طور پر۔

دونوں اوقات میں انسان کا دل اپنے اپنے دائرہ کے اندر کام کرتا ہے۔ عالم بیداری میں دل کی حرکت اور اسکی قوت عاملہ کا ظہور اس سے مختلف ہوتا ہے جو نیند کے وقت میں ہوتا ہے۔ نیند کی حالت بیداری کے مقابلہ میں بہت کمزور ہوتی ہے۔ نیند کے وقت انسانی حواس معطل ہوتے ہیں اور انسان مُردہ کے ساتھ مشابہ ہوتا ہے۔ اسی لئے عربی میں کہتے ہیں "النوم اخو الموت" کہ نیند موت کی بہن ہے۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی ارواح موت اور نیند دو وقتوں میں خاص قبضۂ الٰہی میں ہوتی ہیں۔ نیند کے بعد انسانی روح پھر جسم سے پورا رشتہ استوار کر لیتی ہے مگر وفات یافتہ انسان کی روح دوبارہ اس جسم میں دُنیا میں واپس نہیں آتی (الزمر: ۴۲) گویا نیند موت کی ایک جھلک ہے اور اسی کا ایک پرتو ہے۔ روح ایک آئینہ ہے دنیوی علائق اور مادی بندھن ایک زنگ کا زنگ ہیں جو اس آئینہ پر لگ جاتا ہے۔ موت ان علائق کو کلیۃً کاٹ کر رکھ دیتی ہے اسلئے موت کے بعد انسانی روح پر تمام حقائق منکشف ہوجاتے ہیں۔ بیداری کی عام حالت میں انسان دُنیوی کاروبار میں منہمک رہتا ہے اسلئے روح پر تجلّیات کا رنگ دھندلا ہوجاتا ہے۔ جوں جوں انسان قلبی طور پر ان علائق سے آزاد ہوتا جاتا ہے اور ان تعلقات کو خداشناسی کا ذریعہ بنا لیتا ہے اس کی روح زیادہ سے زیادہ صیقل ہوتی جاتی ہے اور بسا اوقات عالم بیداری میں اس پر غیبی حقائق کھل جاتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بر ملا سُن لیتا ہے۔ یہی حالت کشف و وحی ہے جو صلحاء و انبیاء کو حسب مراتب حاصل ہوتی ہے۔ مصفیٰ غیب پانے کے متعدد ذرائع میں سے ایک ذریعہ خواب ہے۔ خواب دیکھنے میں نبی، صالح اور عام انسان سب شریک ہیں بلکہ خواب دیکھنے کے لئے مومن، موحد اور نیکوکار ہونا بھی شرط نہیں۔ ایک کافر، مشرک اور فاسق انسان بھی کبھی کبھار سچی خواب دیکھ سکتا ہے۔ درحقیقت اللہ تعالےٰ نے خوابوں کی وسعت کے ذریعہ انسانوں پر اتمام حجت کیا ہے تا وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم کس طرح اندازہ کر سکتے ہیں کہ اللہ تعا

اپنے نبیوں پر غیب ظاہر کرتا ہے اور ان سے ہم کلام ہوتا ہے۔ خوابوں کا ادنیٰ سا نمونہ دیکر ان پر حجت تمام کر دی گئی ہے۔ خواب کے ذریعہ سے انسانی روح کو علیٰ قدرِ ظرف بعض غیبی باتوں سے بھی آگاہ کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ مکالمہ الٰہیہ تین طرح ہو سکتا ہے (۱) وحی و الہام کے ذریعہ (۲) خواب اور کشف کی صورت میں (۳) جبرئیل یا کسی اور فرشتہ کے توسط سے (الشوریٰ ع۵) ان میں سے خواب کی صورت عمومیت اور وسعت کے لحاظ سے تمام انسانوں پر حاوی ہے۔ خواب انسانی روح کی وہ کیفیت ہے جب اس پر نیند کے اوقات میں مختلف پیرایوں میں بعض غیبی امور اور آئندہ ہونیوالے واقعات ظاہر کئے جاتے ہیں۔ یہ خواب مُنذِر بھی ہوتے ہیں اور مُبَشِّر بھی۔ اور کبھی خواب نہایت واضح ہوتا ہے جو نظارہ دکھایا جاتا ہے وہ قریباً اسی شکل میں ظہور پذیر ہوتا ہے اور کبھی خواب تعبیر طلب ہوتا ہے۔ خواب کا تعبیر طلب ہونا اسکی اہمیت کو کم نہیں کرتا بلکہ بڑھاتا ہے۔ اور درحقیقت ایسی ہی خوابیں ان لوگوں کا جواب ہیں جو کہتے ہیں کہ خواب محض انسان کے اپنے خیالات کا نتیجہ ہوتی ہے۔ عالم بیداری کے تصوّرات نیند کے وقت نظر آ جاتے ہیں لیکن اہم غیبی امور پر مشتمل خوابیں جو غیر معمولی طور پر تعبیر طلب ہوتی ہیں وہ انسانی تصور کا نتیجہ قرار نہیں دی جا سکتیں۔ ہم اس جگہ یہ انکار نہیں کرتے کہ بعض لوگوں کو کئی مرتبہ نفسانی بلکہ شیطانی خوابیں بھی آتی ہیں۔ ہاں ہم یہ ذکر کر رہے ہیں کہ انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچی خوابیں بھی ظاہر کی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قریباً ہر انسان کو خوابوں کا تجربہ ہوتا ہے اور انسان عالمِ روحانیت کی اس ابتدائی سیڑھی کے بارے میں کافی جستجو رکھتا ہے۔

قرآن مجید نے چند خوابیں ذکر فرمائی ہیں ہم پہلے ذیل میں آیاتِ قرآنیہ سے ان خوابوں کو مع ترجمہ درج کرینگے اور پھر مختصر طور پر علم التعبیر کے ان بنیادی اصولوں کی طرف اشارہ کریں گے جو ان خوابوں اور ان بیانات سے مستنبط ہوتی ہیں۔

(۱)

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا خواب

سورۂ الصافات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ (الصافات ع۳ ۱۰۲ تا ۱۰۷)

کہ "جب بیٹا (اسمٰعیلؑ) دوڑنے کے قابل ہوا تو حضرت ابراہیمؑ نے اس سے کہا کہ میرے پیارے بچے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب بتا کہ تیری کیا رائے ہے۔ بیٹے نے جواب دیا کہ ابا جان! آپ خدائی حکم کو کر گزریں آپ مجھے انشاء اللہ حوصلہ مند اور صبر کرنے والا پائیں گے۔ جب دونوں (باپ بیٹے) نے پوری اطاعت کا اظہار کیا اور باپ نے بیٹے کو (ذبح کے لئے) پیشانی کے بل گرا لیا۔ ہم نے ابراہیمؑ کو آواز دی کہ اے ابراہیم! تو نے واقعی خواب کو پورا کر دیا۔ ہم اسی طرح نیکوکاروں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ یقیناً یہ بہت بڑا امتحان تھا اور اس کے نتیجہ میں ہم نے عظیم الشان قربانی کو بطور یادگار قائم کر دیا۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رؤیا میں دکھایا گیا کہ وہ اپنے اکلوتے کو ذبح کر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے سمجھا کہ اس سے ظاہری طور پر ذبح کرنا مراد ہے اسلئے انہوں نے اپنے نونہال لختِ جگر سے رائے دریافت کی۔ سعادت مند فرزند نے بخوشی ذبح ہونا گوارا کر لیا۔ بہرحال باپ اور بیٹے کی طرف سے قربانی ہو گئی۔ چونکہ ظاہری طور پر حضرت اسمٰعیلؑ ذبح نہیں کئے گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا کہ ابراہیمؑ نے خواب کو پورا کر دیا۔ اسلئے ذبح کرنے سے مراد یا تو کامل آمادگی تھی اور یا پھر اس سے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی وہ قربانی مراد ہے جو ابراہیمؑ نے اپنے اکلوتے بچے کو فاران کے بے آب و گیاہ ویرانہ میں چھوڑ کر کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی خواب کو پورا کر دیا اور حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کو نوازا اور اس کی یادگار کے طور پر عید الاضحیٰ کے موقع پر دائمی قربانی کو جاری فرمایا۔

(۲)

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ
اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ
سٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ
رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا
لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ
عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ (یوسف ۴-۵)

کہ "حضرت یوسفؑ نے اپنے باپ حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ اے باپ میں نے خواب میں گیارہ ستاروں اور سورج و چاند کو دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ اے پیارے بچے! اپنی یہ رؤیا اپنے بھائیوں کو نہ بتانا ورنہ خطرہ ہے کہ وہ تیرے خلاف تدبیریں کریں گے۔ کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔"

حضرت یوسفؑ نے صغر سنی میں یہ خواب دیکھی تھی جب عرصہ دراز کے بعد حضرت یوسفؑ ملک مصر میں وزیر خزانہ تھے اور ان کے والدین اور ان کے بھائی ان کے اعزاز اور ان کی امداد کو دیکھ کر سربسجود ہو گئے تھے تو حضرت یوسفؑ نے فرمایا:۔

قَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ
مِنْ قَبْلُ ؗ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا

(یوسف : ۱۰۰)

کہ "اے میرے باپ! یہ میرے خواب کی تعبیر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا ہے۔"

گویا واضح ہو گیا کہ حضرت یوسفؑ کے خواب میں چاند سورج سے مراد ماں باپ ہیں اور گیارہ ستاروں سے مراد گیارہ بھائی ہیں۔

(۳)

قیدیوں کے خواب

جب حضرت یوسفؑ جیل میں ڈالے گئے تو ان کیساتھ دو اور نوجوان بھی قید میں تھے۔ ان دونوں نے قیدخانہ میں حضرت یوسفؑ کو اپنے اپنے خواب سُنائے اور تعبیر دریافت کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ
اَحَدُهُمَاۤ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ
وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ
رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ
نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ
الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (یوسف ۳۶)

"قیدخانہ میں یوسفؑ کے ہمراہ دو جوان بھی تھے ایک نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں انگوروں کو نچوڑ کر شراب تیار کر رہا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں سر پر روٹیاں رکھے ہوئے جا رہا ہوں اور پرندے ان روٹیوں میں سے کھا رہے ہیں۔ آپ نیک معلوم ہوتے ہیں آپ ہمارے خوابوں کی تعبیر اور انجام بتائیں۔"

حضرت یوسفؑ نے انہیں توحید کا وعظ کرنے کے بعد ان کے خواب کی مندرجہ ذیل تعبیر بیان فرمائی:-

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّا اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۔

"اے میرے قید کے ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو پھر شراب پلانے پر مقرر ہو جائیگا۔ البتہ دوسرا مصلوب ہوگا اور پرندے اس کے سر سے گوشت نوچ نوچ کر کھائیں گے۔"

حضرت یوسفؑ کی بیان کردہ تعبیر حرف بحرف پوری ہوئی۔ اس خواب اور اس کی تعبیر پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خواب کی تعبیر ہر شخص کے مناسب حال ہوتی ہے۔ اور صحیح تعبیر وہی ہے جس کی واقعات سے تصدیق ہو جائے۔

(۴)

فرعون مصر کا خواب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۭ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ۝ (یوسف: ۴۳-۴۴)

کہ "شاہ مصر نے اپنے سرداروں سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات تنومند گائیں ہیں اُن کو سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں۔ اے میرے سردارو! میرے اس خواب کی تعبیر مجھے بتاؤ اگر تم علم التعبیر میں ماہر ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو پراگندہ اور بے ترتیب قسم کی خواب ہے اور یوں ہم خوابوں کی تعبیر کے ماہر نہیں ہیں۔"

فرعون مصر اپنے دربار کے علماء سے مایوس ہو کر آخر کار حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس ایلچی بھیجتا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے فرعون مصر کے خواب کی تعبیر میں فرمایا:-

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۝ (یوسف: ۴۷ تا ۴۹)

کہ "سات سال تک مسلسل آپ کے ملک میں عمدہ پیداوار ہوگی پس ضروری ہے کہ خوراک کی ضروریات کے علاوہ جتنا اناج بچے اسے ان کی بالوں میں محفوظ رکھا جائے۔ ان سات سالوں کے بعد سخت قحط کے سات سال آئیں گے جو تمام ذخیرے کو ختم کر دیں گے اور سوائے محفوظ ترین غلہ کے کچھ نہ بچیگا۔ ان چودہ سالوں کے

بعد پندرھواں سال ایسا آئے گا جس میں
لوگوں کی فریاد سُنی جائے گی۔ اس میں بارش
برسے گی اور انگور اور دوسرے پھل کثرت
سے ہوں گے جنہیں لوگ نچوڑیں گے۔"

حضرت یوسفؑ کی یہ بیان فرمودہ تعبیر تاریخی طور پر واقعات کے مطابق ثابت ہوئی۔ فرعونِ مصر نے یہ تعبیر سُنتے ہی حضرت یوسفؑ کی فراست اور ان کی بزرگی کو معلوم کر لیا اور اس نے انہیں بُلا کر اپنے مُلک کا وزیر خزانہ مقرر کر دیا۔ حضرت یوسفؑ کی تعبیر سے ثابت ہے کہ فرعونِ مصر کا یہ خواب سچا خواب تھا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم التعبیر دیا گیا تھا۔ اس کے مطابق انہوں نے فرعون مصر کے خواب کی تعبیر بیان کی جس کے نتیجہ میں اہلِ ملک ہلاکت سے بچ گئے اور آنے والے تنگی کے سالوں کے لئے مُلک میں مناسب ذخیرہ کر لیا گیا۔

(۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین خواب

مکی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صریح وحی کے علاوہ بہت سے کشوف اور خواب بھی ظاہر فرمائے جن کا احادیث میں ذکر موجود ہے۔ قرآن مجید نے صریح طور پر مکی زندگی کی ایک رؤیا ذکر فرمائی ہے اور مدنی زندگی کے دو خوابوں کا ذکر فرمایا ہے۔ مکی زندگی کے رؤیا کے متعلق فرمایا ہے :-

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ
اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (الاسراء : ۶۰)

کہ "جو رؤیا ہم نے آپ کو دکھائی ہے اس سے لوگوں کا امتحان مقصود ہے۔"

یہ رؤیا اسی سورۃ الاسراء کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ
الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ
مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ

(بنی اسرائیل ۲)

کہ "وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد الحرام سے لیکر مسجد اقصےٰ تک سیر کرائی، جس مسجد اقصےٰ کا ماحول نہایت مبارک ہے۔ تا ہم اپنے بندے کو اپنے نشانات دکھائیں اللہ تعالیٰ سُننے والا اور دیکھنے والا ہے۔"

یہ مبارک رؤیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی تعیین کرتی ہے۔ آپؐ تمام دُنیا کی قوموں کے لئے مامور ہیں اور آپؐ کا مشن آدمؑ کی ساری نسل کے لئے ہے۔ آپؐ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ساری نسلِ آدم کو ایک مرکز پر جمع کرے گا۔ آپؐ کے ذریعہ سے اسماعیلی قبلہ اور اسرائیلی قبلہ اکٹھے کر دیئے جائیں گے اور بیت الحرام کو ساری دُنیا کے لئے نقطۂ مرکزی قرار دیا جائیگا۔ یہ رؤیا مکی زندگی میں کفار کے لئے یقیناً ہنسی اور تمسخر کا مقام تھی۔ انہوں نے کہا کہ مکے کی گلیوں میں پھرنے کی اجازت نہیں ہے مگر بیت المقدس تک کی فتوحات کے خواب دیکھے جا رہے ہیں۔ اپنے گھر میں لوگ مانتے نہیں مگر ساری قوموں کو اپنے پرچم کے نیچے دیکھنے کے تصوّر باندھے جا رہے ہیں۔ یہ رؤیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا، اگرچہ حالات نامساعد ہوں لیکن الٰہی نوشتے پورے ہو کر رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی یہ ساری باتیں ایسے طور پر پوری ہوئیں کہ دشمنوں کو بھی انکار کی طاقت نہ رہی۔ یہ رؤیا اسراء کے متعلق ہے اور معراج کا رؤیا سورۂ نجم کی آیات سے مستنبط ہوتا ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی عروج کا انتہائی کمال بتایا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی میں دشمنوں نے

مدینہ پر حملہ آور ہو کر جنگ کا آغاز کر دیا تھا۔ ان جنگوں میں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے جو نظارے نظر آتے وہ تاریخ کے صفحات کا زرین ورق ہیں۔ اِس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک خواب کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِذْ يُرِيكَهُمُ اللّٰهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

(الانفال)

کہ" جنگ بدر کے موقع پر جبکہ مسلمانوں کی جمعیت نہایت قلیل تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو جو خواب دکھایا گیا اس میں کفار تھوڑے کر کے دکھائے گئے اور اگر اللہ تجھے کافر زیادہ تعداد میں دکھا دیتا تو اے مسلمانو تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جاتی اور لڑنے یا نہ لڑنے کے بارے میں تم میں تنازع پیدا ہو جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسے تنازع سے بچا لیا۔ اور خداوند تعالیٰ دلوں کے رازوں کو جاننے والا ہے"

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رؤیا مسلمانوں میں حوصلہ پیدا کرنے والا اور ان کی ہمت بڑھانے والا ثابت ہوا اور اسلام اور کفر کی جنگ میں فیصلہ کن اقدام سے خدا کی تقدیر پوری ہوئی۔ اِس خواب سے یہ ظاہر ہے کہ بعض دفعہ پیش آنے والا نظارہ قبل از وقت خواب میں دکھایا جاتا ہے لیکن ضروری نہیں ہوتا کہ پیش آنے والے نظارے کی پوری کیفیت اور ہر لحاظ سے مکمل صورت خواب میں دکھائی جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری خواب جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے وہ سورۃ الفتح میں بیان ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا (الفتح: ۲۷)

کہ" اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو جو خواب دکھائی تھی اسے وہ ٹھیک ٹھیک پورا کر دے گا۔ تم یقیناً المسجد الحرام میں امن کے ساتھ حج کرنے کی صورت میں داخل ہوگے۔ اس حال میں کہ تم نے اپنے سروں کے بال مونڈھے ہونگے یا کم کئے ہوں گے۔ بہرحال تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کو وہ باتیں معلوم ہیں جن کو تم نہیں جانتے۔ اس دن کے آنے سے پہلے اللہ نے بہ قریب کی فتح مقدر فرمائی ہے"

اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کا ذکر ہے جو آپ نے مدنی زندگی میں ناسازگار حالات کے باوجود مکہ شریف میں جانے اور بیت اللہ الحرام کا طواف کرنے کے بارے میں دیکھا تھا جس کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریباً ڈیڑھ ہزار صحابہؓ کو لیکر مدینہ سے مکہ تشریف لے گئے تھے مگر حدیبیہ کے مقام پر قریش مکہ سے صلح کی شرائط طے کر کے مدینہ واپس ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے اگلے سال مسلمانوں کو طواف کعبہ کی توفیق بخشی اور بعد ازاں مکہ فتح ہوا اور مسلمان امن اور اطمینان کے ساتھ فاتحانہ شان میں مکہ شریف میں داخل ہوئے

تعبیر رؤیا کے متعلق چند ضروری اصول

قرآن مجید نے جس اہتمام کے ساتھ ان خوابوں کا ذکر

فرمایا ہے اور جس طرح ان کی صداقت کو ثابت کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے خواب بے حقیقت چیز نہیں ہے۔ خواب جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو وہ اپنے اندر ایک حقیقت رکھتی ہے۔ خواب کا ظاہر میں پورا ہونا ضروری نہیں لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سچی خوابیں بہت سی حقیقتوں کو ظاہر کرنے والی ہوتی ہیں اور ان کے ذریعہ سے بہت سے غیبی امور بیان کئے جاتے ہیں۔ پس خواب کی تعبیر پر غور کرنے سے پہلے خواب کی اہمیت کو جاننا ضروری ہے۔ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور خود ان مذکورہ بالا خوابوں سے یہ امر ثابت ہے کہ سچی خواب صرف نبیوں کو ہی نہیں آتی' وہ صرف صلحاء سے مختص نہیں بلکہ بنی نوع انسان کا ہر فرد اللہ تعالیٰ کے اس دین (عطیہ) سے حصہ پاتا ہے اسلئے امکانی طور پر ہر شخص کو سچی خواب آسکتی ہے لہٰذا ہر شخص کی خواب کی کچھ نہ کچھ اہمیت ضرور تسلیم کرنا پڑیگی۔ اور سچی خواب تو کسی کی ہو بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

قرآن مجید میں خوابوں کا جتنا حصہ مذکور ہے اس سے تعبیر کے بارے میں چند اصول مستنبط ہوتے ہیں انہی اصولوں پر بنیاد رکھ کر پچھلے بزرگوں نے خوابوں کی تعبیروں کے بارے میں کتابیں تصنیف کر ڈالی ہیں مگر جس طرح محض نسخوں کا مجموعہ مریض کو ڈاکٹر سے مستغنی نہیں کر سکتا اسی طرح تعبیروں کے مجموعے روحانی معبّرین کے وجود سے بے نیاز نہیں کرتے۔ قرآن مجید کی مذکورہ بالا خوابوں سے جو موٹے موٹے اصول مستنبط ہوتے ہیں ان میں سے چند اختصاراً درج ذیل ہیں :-

پہلا اصل :- جب کسی انسان کو کوئی خواب آئے تو اسے چاہیئے کہ اپنی خواب نیک اور بزرگ انسان کو سنائے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ کو اپنی خواب سنائی اور جیسا کہ قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی خوابیں بتائیں اور کہا نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ۔ کہ آپ چونکہ نیک انسان ہیں اس لئے ہم اس خواب کی آپ سے تعبیر سننا چاہتے ہیں۔

دوسرا اصل :- انسان کو چاہیئے کہ اپنا خواب اپنے بدخواہ اور حاسد لوگوں کو نہ سنائے جیسا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے یوسفؑ کو نصیحت کی تھی۔ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ۔

تیسرا اصل :- جب کسی خواب کا منجانب اللہ ہونا یقینی طور پر ثابت ہو جائے تو اسکو ظاہر طور پر پورا کرنے کے لئے صدق دل سے تیار ہونا چاہیئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اکلوتے کو ذبح کرنے کا خواب دیکھا' وہ اس کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے اس خواب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یقین کیا اور ذبح ہونے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ اور باپ سے کہا افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ۔

چوتھا اصل :- جس شخص کے سامنے خواب بیان کی جائے اس کا فرض ہے کہ اگر اسے خواب کی تعبیر سمجھ نہ آئے تو وہ خواب کو بے حقیقت نہ ٹھہرائے۔ دیکھئے فرعون کے درباریوں نے اس کی خواب کو أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ کہہ کر ٹال دیا مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے اسکی کیسی لطیف اور پُر حکمت تعبیر بیان فرمائی۔ سچ ہے وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ۔

پانچواں اصل :- خوابوں میں خواب دیکھنے والے کی حیثیت اور اسکے مقام کا بھی تعبیر سے بڑا تعلق ہوتا ہے۔ ایک ہی رنگ کی خواب جب دو مختلف الحیثیت انسان دیکھتے ہیں تو اس کی مختلف تعبیریں ہوتی ہیں عام طور پر شخص کے مقام کے لحاظ سے خواب دکھائی جاتی ہے* مگر فرعون کو جو ملک مصر کا بادشاہ تھا اپنی ساری مملکت کے متعلق اور پندرہ سال سے زیادہ عرصے تک ممتد ہونے والے

* [illegible]

حالات کے بارے میں خواب دکھلائی گئی۔ کیونکہ وہ دونوں عام آدمی تھے اور فرعون ملک کا بادشاہ تھا۔

چھٹا اصل:۔ خواب میں کبھی آخری نتیجہ دکھا دیا جاتا ہے اور اس سے پہلے تمام مراحل تعبیر میں مراد ہوتے ہیں۔ بادشاہ کے ساقی نے اِنِّیْ اَعْصِرُ خَمْرًا کا خواب دیکھا۔ حضرت یوسف نے اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ تمہاری سزا معاف ہو جائے گی اور تم پھر اپنے پہلے مقام پر متمکن ہو کر یسقی ربہ خمرا کے مصداق ہو جاؤ گے۔ دوسرے قیدی نے خواب میں پرندوں کو سر پر سے روٹیاں نوچتے ہوئے دیکھا۔ اس کی تعبیر یہ تھی کہ وہ مصلوب ہوگا اور بعد میں پرندے اس کا گوشت نوچیں گے۔ اس جگہ اور بہت سی باریک باتیں علم تعبیر سے تعلق رکھنے والی ہیں جن کا اس مجالہ میں تفصیلی ذکر مشکل ہے۔

ساتواں اصل:۔ خواب میں جو چیز دکھائی جاتی ہے اس کو تعبیر والی چیز کے ساتھ نہایت موزوں مناسبت ہوتی ہے اور جہاں پر متعدد چیزیں دکھائی جائیں جن میں تفاوت ہو وہاں پر تعبیر کے وقت بھی اس تفاوت کی مناسبت کو ملحوظ رکھنا لازمی ہوتا ہے۔ حضرت یوسف نے سورج، چاند اور گیارہ ستارے دیکھے جن سے مراد ان کا باپ، ان کی ماں اور ان کے گیارہ بھائی تھے۔ اس جگہ ضمناً یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ خواب میں بعض دفعہ بظاہر دُور دراز کی چیز دکھائی جاتی ہے مگر مراد اس سے قریب کی چیز ہوتی ہے۔ ہاں نظر آنے والی چیز اور اصل چیز میں مناسبت ضرور ہوتی ہے۔

آٹھواں اصل:۔ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ خواب میں جو گنتی اور تعداد دکھائی جائے ظاہر میں بھی وہی ہو مگر سچی خواب میں جو شکل بلحاظ تعداد وغیرہ دکھائی جاتی ہے وہ کسی نہ کسی جہت اور اعتبار سے ضرور متحقق ہوتی ہے۔ غزوۂ بدر کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کی تعداد تھوڑی کر کے دکھائی گئی حالانکہ وہ مسلمانوں سے قریباً تین گنا زیادہ تھے۔ اس خواب کا فوری فائدہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے مگر یہ خواب حقیقت پر مبنی تھی۔ کیونکہ کافر تعداد اور گنتی میں زیادہ ہونے کے باوجود قلیل ثابت ہوئے اور ان کا مسلمانوں سے زیادہ ہونا ان کے لئے مفید ثابت نہ ہوا انہوں نے نہایت بُری طرح شکست کھائی۔

نواں اصل:۔ جو مقام خواب میں دکھائے جاتے ہیں اس سے مراد اینٹ اور گارے سے بننے والا مکان نہیں ہوتا بلکہ اس مکان سے وابستگی رکھنے والے خیالات و عقائد اور نسلیں مراد ہوتی ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ کی طرف لے جانے کا اصل مطلب یہی تھا کہ آپ ابراہیمی سلسلہ کو بلکہ تمام نسلِ آدم کو جمع کرنے والے رسول ہیں۔

دسواں اصل:۔ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ خواب ظاہری طور پر پوری نہ ہو بلکہ بعض خوابیں بعینہٖ ظاہری شکل میں پوری ہو جاتی ہیں۔ گو ان کے ظہور کے زمانہ کے سمجھنے میں غلطی لگنے کا امکان ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ رؤیا ہے جو بیت اللہ کے طواف کے متعلق تھی اور جس کا ذکر سورۃ الفتح میں موجود ہے۔ گویا کبھی کبھی خواب بالکل ظاہری طور پر بھی پوری ہو جاتی ہے۔

گیارھواں اصل:۔ خواب میں بعض دفعہ جزء کا نقشہ دکھایا جاتا ہے مگر اس سے مراد کل کی حالت کا بیان کرنا ہوتا ہے۔ فرعون کے خواب میں سات گائیں اور سات بالیں دکھائی گئیں مگر اس سے ساری فصل اور ساری جاندار چیزیں مراد تھیں۔ اور سات کا عدد انواع کے لحاظ سے سات سالوں کے لئے آیا تھا۔ اس خواب میں قحط کے نتیجہ میں جاندار چیزوں پر جو اثرات پیدا ہونے والے تھے ان کا ایک حصہ دکھلایا گیا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی پوری نوعیت کو سمجھ کر اس کی تعبیر کی۔

بارھواں اصل:۔ منذر خواب کا دکھایا جانا اسلئے نہیں ہوتا کہ انسان ضرور اس آفت کا شکار ہونیوالا ہے بلکہ بسا اوقات منذر خواب دکھانیکا [illegible] کہ حضرت یوسف نے ذمہ وار فرعون مصر کے خواب [illegible]

مشکلاتِ قرآنی کا حل!

آیت وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ کی تفسیر

کائنات کی دو قسمیں!

قرآن مجید انسانی فطرت کے لئے کامل پیغامِ حیات ہے۔ جس طرح کائناتِ عالم میں تمام انسانی طبقات کے لئے افزائشِ علم اور تکمیلِ جذبۂ تحقیق و جستجو کے سامان موجود ہیں اور کوئی مرحلہ ایسا نہیں آیا اور نہ آ سکتا ہے جبکہ انسان کہہ سکیں کہ اب نیچر (Nature) میں ہمارے لئے کوئی تحقیق طلب مسئلہ باقی نہیں ہے۔ ہم نے قدرت کے تمام رازوں کا احاطہ کر لیا ہے اور کائنات کے ہر ذرہ کے خواص پر ہم حاوی ہو گئے ہیں۔ اسی طرح اہلِ بصیرت کے نزدیک قرآن مجید اللہ تعالےٰ کا وہ کامل صحیفہ ہے جس کے اسرار و غوامض جس کے لطائف و دقائق، جس کے حقائق و معارف کبھی ختم نہ ہوں گے اور تمام انسانوں کے لئے خواہ وہ علم کے کسی مرتبہ پر ہوں علم کے مزید راستے قرآن مجید میں موجود ہوں گے۔ اور وہ ہر حال عمر بھر رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کی دُعا کرتے رہیں گے اور اسی کے مطابق اپنی جستجو کو بھی جاری رکھیں گے۔

آیاتِ قرآنی کی دو قسمیں!

جس طرح خدا تعالیٰ کے فعلی صحیفہ (کائناتِ عالم) میں دو قسم کی چیزیں ہیں (۱) وہ چیزیں جن کے بغیر مادی زندگی کا آغاز نہیں ہو سکتا، جن کے بغیر مادی زندگی باقی نہیں رہ سکتی، جن کے بغیر اسے عمومی نشو و نما حاصل نہیں ہو سکتا۔ جیسے ہوا، پانی اور غلہ جات وغیرہ کا وجود ہے (۲) وہ چیزیں جو انسانی زندگی کو زیادہ آرام دہ بنانے والی ہیں، جن کے ذریعہ زندگی زیادہ بار آور بن سکتی ہے، جن کے باعث زندگی میں لطافتوں کے سامان بکمال پیدا ہو سکتے ہیں۔ کائناتِ عالم پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اوّل الذکر قسم کی اشیاء ظاہری طور پر بکثرت موجود ہیں، سہل الحصول ہیں اور ہر شخص کو بقدرِ ضرورت میسر ہیں لیکن دوسری قسم کی چیزیں نہ تو ظاہراً بکثرت موجود ہیں اور نہ ہی اُن کا حاصل کرنا زیادہ آسان ہے اور نہ ہی ہر انسان کو سہولت میسر آتی ہیں۔ بعینہٖ یہی حال اللہ تعالیٰ کے صحیفۂ شریعت یعنی قرآن مجید کا ہے۔ اس میں روحانی زندگی کے بنیادی امور نہایت واضح طور پر مذکور ہیں۔ اصولی رُوحانی نشو و نما دینے والے احکام و اوامر ایسی عبارتوں میں بیان ہوئے ہیں کہ جہاں نہ زیادہ غور و فکر کی ضرورت ہے اور نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے۔ عام انسان کا سادہ دماغ حضوریٔ قلب اور خدا ترسی کے ساتھ ان کو بخوبی سمجھ سکتا ہے اور بآسانی ان پر عمل کر سکتا ہے۔ انہی احکام کے متعلق اور اسی حصۂ تعلیمات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ کہ ہم نے ذکر و نصیحت کے لئے قرآن مجید کو نہایت آسان پیرایہ میں بیان کیا ہے، نصیحت حاصل کرنے والے آئیں اور نصیحت حاصل کریں۔ (قمر: ۱۷)

قرآن مجید کے بیانات کا دوسرا حصہ وہ ہے جو خاص دقائق پر مشتمل ہے۔ اس کا پورا انکشاف انہی لوگوں پر ہوتا ہے جو قرآن مجید پر پورا تدبر کرتے ہیں، اس کے سیاق و سباق پر بصیرت سے غور کرتے ہیں اور پاکیزگی و طہارتِ قلب اختیار کرتے ہیں راہِ خدا میں مجاہدہ و ریاضت بجا لاتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ

اَفْقَالُهَا (سورۂ محمدؐ آیت ۲۴) یہ لوگ قرآن مجید پر تدبر کیوں نہیں کرتے، کیا اس کی یہ وجہ تو نہیں کہ ان کے دلوں کے زنگ ان کے دلوں پر قفل کی صورت میں لگ گئے ہیں؟ پھر فرمایا اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ۔ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ۔ لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعہ ۷۷ تا ۷۹) یقیناً قرآن مجید ایک مخفی خزانۂ روحانیت ہے، اسے پورے طور پر وہی لوگ حاصل کرسکتے ہیں جو پاک اور مطہر ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت ۶۹) کہ جو لوگ صحیح طریق پر ہم تک پہنچنے اور ہمارے کلام کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں ہم ان پر کامیابی کے رستے کھول دیتے ہیں۔

مشکلاتِ قرآنی!

اس بیان سے ظاہر ہے کہ قرآنی آیات دو قسم پر منقسم ہیں (۱) جن کا مطلب و مفہوم بالکل واضح ہوتا ہے اور ادنیٰ تدبر سے انسان اسے معلوم کرسکتا ہے (۲) جن آیات میں غیر معمولی حقائق بیان ہوئے ہیں اُن حقائق تک پہنچنا اور ان روحانی کانوں کو دریافت کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ بلاشبہ سارا قرآن مجید سارے انسانوں کے لئے ہے۔ مگر انسانوں کے مختلف طبقے ہیں اور ان کے علم و ادراک کے درجات بہت متفاوت ہیں اسلئے دائمی شریعت اور زندہ کتاب کے لئے ضروری تھا کہ اس میں انسان کی جستجوئے علم و عرفان اور تشنگیٔ تحقیق کے لئے ایسے مقامات بھی ہوتے جن سے روزمرّہ اور ہر زمانہ میں آنے والے انسان تکمیلِ علم کرتے رہیں۔ سو قرآن مجید ایسی ہی زندہ کتاب ہے اور اس کا ایسا ہونا اسکے دائمی اور عالمگیر شریعت ہونے پر دلیل ہے۔ ایسے ہی مقامات کو عام اصطلاح میں مشکلات کہتے ہیں اور ان کے حل کے لئے یہ باب کھولا جا رہا ہے۔ مگر یاد رہے کہ جس طرح کوئی انسان کائنات کے احاطہ کا ادّعا نہیں کرسکتا اسی طرح کوئی انسان روحانی صحیفہ (قرآن مجید) کے احاطہ کا ادّعا نہیں کرسکتا۔ اور ہمیں تو اِس باب میں طفلِ مکتب ہونے پر بھی فخر ہے۔ تاہم احباب کی طرف سے آنے والے استفسارات پر اِس باب میں لکھا جایا کرے گا۔ وباللہ التوفیق۔

استفسار!

موضع مونگ ضلع گجرات سے ایک دوست دریافت فرماتے ہیں کہ سورۂ صٓ کی آیت وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ کا کیا مطلب ہے؟ اس میں جَسَدًا سے کون مراد ہے؟

عام مفسّرین کی تفسیر!

یاد رہے کہ پہلے مفسّرین نے عام طور پر اس جگہ ایسے امور بیان کئے ہیں جو نہ قرآن مجید میں مذکور ہیں اور نہ انبیاؑ کی شان کے مطابق ہیں۔ تفسیر جلالین میں اِس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:-

"وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ: ابتليناه بسلب ملكه وذٰلك لتزوجه بامرأة هواها وكانت تعبد الصنم في داره من غير علمه وكان ملكه في خاتمه فنزعه عند ارادة الخلاء ووضعه عند امرأته المسماة بالامينة على عادته فجاءها جني في صورة سليمان فاخذه منها۔ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا: هو ذٰلك الجني وهو صخر وغيره جلس على كرسي سليمان وعكفت عليه الطير

وغیرہ فخرج سلیمان فی غیر
ھیئتہ فرآہ علی کرسیہ وقال
للناس انا سلیمان فانکروہ۔
ثم اناب: رجع سلیمان الی ملکہ
بعد ایام بأن وصل الی الخاتم
فلبسہ وجلس علی کرسیہ۔"
(جلالین جلد ۲ صفحہ ۱۳۹ مطبوعہ مصر)

"سلیمانؑ کو ہم نے ان کا ملک چھین کر آزمایا کیونکہ سلیمانؑ نے اپنی خواہش کے مطابق ایک عورت سے شادی کر لی تھی اور وہ سلیمانؑ کے علم کے بغیر ان کے گھر میں بُت پرستی کرتی تھی۔ حضرت سلیمانؑ کی حکومت اُن کی انگوٹھی میں تھی۔ قضاءِ حاجت کے لئے جاتے وقت حضرت سلیمانؑ نے انگوٹھی اُتاری اور حسبِ عادت اپنی بیوی امینہ کے پاس رکھ دی۔ ایک جن حضرت سلیمانؑ کی شکل میں ان کی بیوی کے پاس آیا اور اس سے انگوٹھی لے گیا۔ تب ہم نے سلیمانؑ کے تخت پر ایک جسم کو ڈال دیا۔ یہ وہ صخر نامی جن تھا یا کوئی دوسرا جن جو سلیمانؑ کے تخت پر بیٹھ گیا۔ اور پرندے وغیرہ اس پر منڈلانے لگے۔ حضرت سلیمانؑ اپنی ہیئتِ تبدیل شدہ میں باہر نکلے تو جن کو تخت پر دیکھا۔ لوگوں سے انہوں نے کہا کہ میں سلیمان ہوں۔ لوگوں نے اِس بات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ کافی دنوں کے بعد جب انہیں انگوٹھی ملی تو وہ حکمران بنے۔ انہوں نے انگوٹھی پہنی اور تخت پر بیٹھے۔"

اِس اقتباس سے ظاہر ہے کہ آیت وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا سے عام مفسّرین نے جن مراد لیا ہے جو حضرت سلیمانؑ کے تخت پر انگوٹھی کے زور سے بیٹھ گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ مفسّرین کی یہ تفسیر آیات کے سیاق و سباق سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔

اصل تفسیر:-

آیت کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے نفسِ آیت پر تدبّر کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمَانَ وَاَلْقَیْنَا
عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ۔
قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَھَبْ لِیْ مُلْکًا
لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ
اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۔

"کہ ہم نے سلیمانؑ کو آزمایا اور اسکے تخت پر ایک جسم کو ڈال دیا۔ تب سلیمان نے اللہ تعالےٰ کے آستانہ پر جُھک کر عرض کی کہ اے خدا! میری ستّاری فرما اور مجھے وہ حکومت عطا فرما جو لازوال طور پر میرے قبضہ میں رہے۔ یقیناً تو بہت بخشنے والا ہے۔"

اِن دونوں آیتوں پر مجموعی تدبّر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ:-

(الف) حضرت سلیمانؑ کا یہ ابتلاء ان کے بعد حکومت کی جانشینی کے سلسلہ میں تھا۔

(بَ) اِس ابتلاء میں حضرت سلیمانؑ نے اللہ تعالےٰ سے ہی مدد چاہی ہے اور اسی کے حضور دُعا کی ہے۔

(جَ) دُعا کے دو حصّے ہیں (۱) رَبِّ اغْفِرْ لِیْ۔ اے اللہ! میری بشری کمزوریوں کی پردہ پوشی فرما۔ (۲) وَھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ۔ دنیوی حکومت بے حقیقت ہے یہ ناخلف وارثوں کے پاس بھی چلی جاتی ہے۔
ع سلطنت تیری ہے جو رہتی ہے دائم برقرار

اس تشریح کی روشنی میں عیاں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے لئے جو مشکل درپیش تھی وہ یہ تھی کہ ان کے تخت پر جانشین ہونے والا فرزند نااہل تھا۔ وہ روحانی اور سیاسی قابلیت سے عاری ہونے کے باعث جسد بے روح کی طرح تھا۔ اللہ تعالیٰ کی باریک در باریک حکمتوں کے ماتحت دنیا میں "یخرج الحیّ من المیّت ویخرج المیّت من الحیّ" کے مختلف دور چلتے رہتے ہیں۔ تخت سلیمانؑ پر بیٹھنے والا فرزند حضرت سلیمانؑ اسی خوبو نہ رکھتا تھا۔ یہ نظارہ حضرت سلیمانؑ کے لئے سخت رنجدہ اور جانگداز تھا۔ اس وجہ سے لوگ بہت سے عیب حضرت سلیمانؑ کی طرف منسوب کرسکتے تھے اسلئے رَبِّ اغْفِرْ لِیْ کی دُعا کی اور اس نظارہ سے دُنیا کی بے ثباتی اظہر من الشمس تھی اس لئے رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ کی دائمی سلطنت کی دُعا کی۔

آیات کی یہ تفسیر آیات کے ساتھ بھی مطابق ہے اور واقعات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ بائیبل کی کتاب سلاطین ۱ میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد رحبعام ان کا بیٹا بادشاہ ہوا جو سیاسی طور پر سراسر نااہل تھا۔ وہ بزرگوں کے مشورہ کا شنوا نہ ہوا بلکہ قوم کے مطالبہ پر انہیں سختی سے کہنے لگا کہ:۔

"میرے باپ نے تو تم پر بھاری جوا رکھا
اور میں تمہارے جوئے کو زیادہ بھاری کرونگا۔
میرے باپ نے تمہیں کوڑوں سے ٹھیک بنایا پر
میں تمہیں بچھوؤں سے ٹھیک کروں گا۔"
(۱-سلاطین ۱۲/۱۴-۱۵)

نتیجہ یہ ہوا کہ ساری قوم برگشتہ ہوگئی اور اسرائیل کا گھرانہ سلیمانؑ کا باغی قرار پا گیا۔ بائیبل میں لکھا ہے کہ:۔

"سو اسرائیل آج کے دن تک داؤد کے گھرانے سے باغی ہے۔" (اسلاطین ۱۲/۱۹)

حضرت سلیمانؑ کی عظیم الشان سلطنت انکے ناخلف بیٹے رحبعام کے ہاتھوں ضائع ہوگئی۔ پس رحبعام ہی وہ جسد تھا جسے سلیمانؑ کے تخت پر ڈالا گیا تھا۔ ایسا ہونا ضروری تھا لکھا ہے:۔

"پس بادشاہ (رحبعام) لوگوں کا شنوا نہ ہوا کیونکہ مقدمہ خداوند کی طرف سے تھا تاکہ اپنی بات کو جو خداوند نے سیلانی اخیاہ کی معرفت سے نباط کے بیٹے یربعام کو فرمائی تھی پورا کرے۔" (اسلاطین ۱۲/۱۵)

امام ابوالبقاء العکبری نے جسدا کے اعراب کے ذکر پر لکھا ہے:۔

"هو مفعول اَلْقَیْنَا وقیل هو حال من مفعول محذوف ای اَلْقَیْنَاهُ قیل سلیمان وقیل ولده علیٰ ما جاء فی التفسیر" (اعراب ابی البقاء جلد ۲ صفحہ ۱۰۹)

اس سے ظاہر ہے کہ آیت میں لفظ جسد کو حضرت سلیمانؑ کے بیٹے پر بھی منطبق کیا گیا ہے۔ درحقیقت آیت خود اپنی تفسیر کر رہی ہے۔ ہاں بائیبل سے اس کی مزید تائید ہو رہی ہے۔ اس تفسیر کے رُو سے اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّهٖ جَسَدًا سے مراد یہی ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے بعد ان کا ناخلف فرزند ان کا جانشین ہوا اور اس نے وسیع سلطنت کا اپنی نااہلی سے ستیاناس کر دیا۔ سلیمانؑ کے لئے یہ نظارہ رنجدہ تھا اور آل سلیمانؑ کے لئے یہ مستقل فتنہ وبلا کا سامان تھا۔ هٰذا ما عندی واللّٰہ اعلم بالصواب ٭

ضروری اعلان:۔ احباب کے لئے موقعہ ہے کہ آیات قرآنی کے بارے میں اپنے استفسارات الفرقان کے نام بھجوائیں تا ان کے جواب شائع ہوتے رہیں ——— (ایڈیٹر)

تحقیق اُمّ الالسنہ

(یعنی)

عربی زبان کے تمام زبانوں کی ماں ہونے کا قطعی ثبوت

(۱۵)

از قلم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ۔ لائلپور

(ان مضامین کے جملہ حقوق بحق رسالہ الفرقان محفوظ ہیں)

حرف چ کا ابدال

چ عربی حروفِ تہجی میں نہیں ہے۔ یا تو یہ K کا بدل ہوتی ہے یا S اور SH کا۔ گویا چ K اور S کی منجھلی بہن ہے۔ مثالیں حسب ذیل ہیں:۔

چ = S مثلاً چین / صین — Chins / Sims — پاچا / پاشا — چراغ / سراج

چ = K مثلاً BATCH / BAKE — BELCH / BELK-AN — YWITCH / TWEAK

غرضیکہ یہ ابدال ایک مسلمہ اور ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اس ابدال کے ماتحت ہم عربی رُوٹ پیش کرتے ہیں۔ ہم نے بعض عام روزمرہ کے الفاظ بھی لے لئے ہیں تاکہ اصول مذکورہ کی ہمہ گیری ثابت ہو سکے۔

سلکِ اوّل

مندرجہ تحت الفاظ میں ہر ایک چ یا چھ کو "S" شمار کریں اور جو فارمولے اب تک بیان ہو چکے ہیں اُن کو عائد کریں۔

سنسکرت

۱۔ CHAR چلن = SR = سَار۔ چلنا

۲۔ ARCHI شعلہ = ARS = اَرَّش۔ آگ بھڑکانا

۳۔ SHAUCH صاف کرنا = S - SH = شَاص۔ دھونا صاف کرنا۔ (فارسی شُستن)

۴۔ UCHCHAHA خوش = هَشّ۔ خوش ہونا۔ (چ مشدد ش مشدد کا بدل ہے)

۵۔ KACHCH کنارہ۔ پہلو = KS کَشْح۔ پہلو۔ قصاً۔ کنارہ

۶۔ CHHAY ہلاکت = S = سَاعَ۔ ہلاک ہونا

۷۔ CHADAN پردہ = SDN = سِدْن۔ پردہ

۸۔ CHHIMA معافی = SM = سَمَح۔ درگزر کرنا بخشش کرنا

۹۔ BACHAN بچن۔ لفظ = BSN = NBS = نَبَس۔ لفظ۔ نَبَس۔ بولنا (مقلوب)

۱۰۔ RUCH خواہش = RS = حَرَص۔ بہت چاہنا

ھندی

۱۔ چھیلنا = SL = سَحَل۔ چھیلنا

۲۔ اُچھلنا = SL = صَالَ۔ کودنا

۳- چھوٗلا = SL = سَحَل - چست وچالاک ہونا

۴- اچھا = S = صَحّ - درست ہونا - تندرست ہونا

۵- کوچ = KS = کَشَع - چلے جانا

۶- کوچی - جھاڑو = K S = کَسَح - جھاڑو دینا

۷- کیچ = KS = کَثَنہ - کیچڑ - گارا

۸- قینچی = KS = K(N) CH = قَصّ - کترنا (اسی سے مقص - قینچی - N غنہ ہے)

۹- کوچنا یعنی چھونا = KS : SK شَاکَ - کانٹا چبھونا (مقلوب)

۱۰- کھینچنا - KH = KCH = ذَقّ - کھینچنا (فارسی کشیدن)

۱۱- Chase جلدی سے = ST - سَتّا - جاری کرنا

۱۲- چودھری = SDR = صَدَر - سردار

۱۳- چاتر - ہوشیار = STR = شاطر - ہوشیار

۱۴- چاق - چست = KS = SK = کاش چست ہونا (مقلوب ہے)

۱۵- چاک - چیرہ = SHK = شِقّ - چیر

۱۶- چیر = SR = صیر - دراڑ - قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - مَن نظر من صیر باب فقد دمر

۱۷- چاقو - CHR = شَقّ - چیرنا (فعل سے اسم فاعل یعنی چیرنے والا)

۱۸- چھت - ST = سَطح - چوٹی - چھت

چوٹی - ST = " " "

۱۹- چاہنا = SHH = شَہِیَ - بہت چاہنا

۲۰- چکٹ میل = SKT = سخاۃ - میل

۲۱- چیخنا = SK = صَحّ - چیخنا

۲۲- چوڑی = SR = سِوار - کنگن

۲۳- چھل - دھوکا = SL = ضَلّ - دھوکا دینا

۲۴- Chum دوست = SHR = بشرۃ - دوستی

۲۵- Chhin لمحہ = SN = ثانیہ - سیکنڈ

۲۶- چھینکنا = K = S(N) K = شہاک - چھینکنا (N غنہ)

۲۷- چھوڑنا = SR = سَرَح - آزاد کر دینا - چھوڑ دینا

۲۸- چھلّو - بے وقوف = SL = ثول - بے وقوف (Silly)

۲۹- Chhor کنارہ = SR = شُفر - کنارہ (Shore)

۳۰- پوچھنا = PS = فَحَص - دریافت کرنا

۳۱- موج = MS = مَعَص - موج والا ہونا

لاطینی

۱- Chalybs لوہا = SLB = صَلُب - سخت ہونا (لوہے کا وصفی نام)

۲- Chele ہتھیار = SL = سِلح - ہتھیار

انگریزی

۱- Chap لڑکا = صبیٔ - بچہ P/B

۲- Chappie خوبصورت = SB = صبیح - خوبصورت P/B

۳- Char جھلسنا = SR = سَعَر - جلانا

۴- Cheer خوش ہونا = SR = سُرّ - خوش ہونا

۵- Chink دراڑ = S(N) K = شَقّ - دراڑ (N غنہ)

۶- Chock پھانہ - تختہ = SK = شِکّہ - پھٹی - شِقّ - چیرا ہوئی چیز - یعنی تختہ (دونوں کا مخلوط ہے)

۷- Pouch چمڑے کا تھیلہ = PS = حَفَص - چمڑے کی تھیلی - حِفش - تھیلا -

فرنچ

۱- Chameau اونٹ = SM = شَامہ - اونٹنی

۲- Chamois جنگلی بکرا = SM (S) = ھَشِمہ - پہاڑی بکرا

۳- Chauve گنجا = SF = SV - سُیف - گنجا ہونا

۴- Chicot تنہ SK(T) - ساق - تنہ

۵- Cheque = SK = صَکّ - وثیقہ - تحریری معاہدہ

۶- Chiffre صفر = SFR - صِفر

۷- Chiquet ٹکڑا SK(T) شِقّہ - کپڑے کا ٹکڑا

۸- Choute-meni شہرت ST صِیت - شہرت

۹- Chute گرنا ST - سَتَع - گرنا - آشاط گرانا

۱۰- Charrue ہل SR - اَشَرَ - چیرنا
(فَلَحَ - چیرنا - PL = Plough)

۱۱- Chaleur گرمی SL(R) - صِلاۤءُ - آگ - گرمی

۱۲- Chamarrure کاٹنا = SRM = SMR(R)
صَرَم - کاٹنا (مقلوب)

فارسی

۱- چربی = SRB - ثَرْب - چربی

۲- چلی - بے وقوفی - SL - ثَالَ - بے وقوف ہونا

۳- چلیپا - صلیب SLP - صلیب

۴- چمیدن - ناز سے چلنا = SM = MS - مَاسَ - ناز سے چلنا (مقلوب)

۵- چہرہ = SRH = صُورۃ - شکل

۶- چہلہ - کیچڑ = SL = ثَلَّۃ - کیچڑ

۷- کیچ - پراگندہ = SK - تَشَّع - بکھیرنا

۸- لچ - ننگا = SL - LS - شَلَحَ - ننگا کرنا (مقلوب)

۹- چراغ = SRG - سراج - چراغ

۱۰- چالش - حملہ = SL - صَالَ - حملہ کرنا (نش حاصل مصدر کا)

۱۱- چالاک SL(K) - سَحَلَ - چست و چالاک ہونا۔
(K حرف مکرر)

سلکِ دوم

مندرجہ تحت الفاظ میں ہر ایک چ یا چھ کو K شمار کریں

سنسکرت

۱- UNCHH چُننا - صاف کرنا = NK = نَقَّی - چُننا صاف کرنا۔

۲- CHAL پہاڑ = KL = قوعلہ - پہاڑی

۳- ARCH-AK عابد = RK = رِقّ - عبودیت

۴- RUCHI-r خوبصورت RK = رَاقَ - خوبصورت ہونا - رَوقہ - خوبصورتی

۵- SHOCH دردوغم SH-K = شَکَا - دردمند ہونا۔

یہی لفظ رُوٹ ہے (اشوک - بے غم) کا - جو کہ مشہور بادشاہ کا نام ہے۔

ہندی

۱- چھپنا = KP = خَفِی - چُھپنا

۲- CHAS-NA چھٹنا = KS - قَصَّ - چھٹنا

۳- چٹھی = KT خط

۴- چھید = KD - قَدَحَ - سوراخ

۵- چھیدنا = KD - قَدَحَ - سوراخ کرنا

۶- لُچا = LK - لُقَاع - بدمعاش

۷- چُنّی - اوڑھنی - KN = قِناع - اوڑھنی - دوپٹہ - وجہ یہ کہ قَنَّع - دوپٹہ پہنانا (عورت کو) دیکھئے یہ معمولی سا ہندی لفظ عربی ماخذ کے لحاظ سے بلیغ اور موجّہ ہوگیا ہے۔

لاطینی

ORCHES-tra ناچ RKS رقص - ناچ
نوٹ - لاطینی میں چ بہت کم ہے۔

انگریزی

۱- RICH = RK = اَوْرَقَ - مالدار ہونا

۲- REACH = RK = رَہِقَ - قریب آنا

۳- CHASE = KS = کَسَاب - تعاقب کرنا

۴- CHOOSE = KS - خَصَّ - مخصوص کرنا - چُن لینا

۵- CHAS-te کنواری = KS - قَضَّۃ - کنوارا پن

۶- CHAS-tise سزا دینا = KS - قَاصَّ - سزا دینا

۷- CHAS-ten متادب کرنا = KS - قَضَعَ - سدھانا

۸- CHEAP سستا = KP - خَفَّ - تھوڑے مال والا - ہلکا - حقیر

۹- CHERUB فرشتہ = KRB - کَرُوب - مقرب فرشتہ

۱۰- CHIDE طعن کرنا = KD - قَدَحَ - طعن کرنا

۱۱- CHILL سردی = KL - قِلّ - کپکپی

۱۲- CHIP کاٹنا = KP - کَافَ - کاٹنا

۱۳- CHIP جال = KP - کِفّہ - جال

۱۴- CHOWDER ہنڈیا = KDR - قِدر - ہنڈیا

۱۵- CHRON_IC وقت = KRN - قرن - وقت

۱۶- CHUM ایک ہی کمرے میں مقیم ہونا = KM - کِمْع ہم بستر - ساتھ سونے والا (انگریزی والوں کو اس کا رُوٹ نہیں ملا -)

۱۷- CHURN جھاگ پیدا کرنا = KRN - غرین جھاگ

۱۸- CHURCH گرجا = KRS = کَرَّسَ - مخصوص کرنا (گرجا خدا کے لئے)

فرنچ

۱- CHALOUPE کشتی = KLP = PLK - فُلک - کشتی (مقلوب)

۲- CHAUSSE جُوتی = KS - کَوث - جُوتی

۳- CHEF سر = KF = قُحّف - چوٹی

۴- CHEMISE قمیص = KMS قمیص

۵- CHEVRE بکری = KVR - غُفر - بکری کا بچہ $\frac{V}{F}$

۶- CHIASSE میل = KS - قَذَع - گند

۷- CHOIR گرنا = KR - خَرّ - گرنا

۸- CHAUVES-uris چمگادڑ - KVS = KFS خفّاش - چمگادڑ (وجہ یہ کہ خَفِش - کمزور نظر والا ہونا - صرف رات کو دیکھنا -)

۹- CHEVILLE چٹخنی = KVL = KLV - قلّابہ چٹخنی (مقلوب $\frac{V}{F}$)

فارسی

۱- چیرہ - غالب = KR - قَہَر - غالب ہونا

۲- چیز - جنس = KS - قِصّہ - جنس (Chose)

۳- چین - سلوٹ = KN - عُکنہ - سلوٹ

۴- چارہ - علاج = KR - قَرَّع - علاج کرنا (Cure)

۵- ایلچی - پیغامبر = ALK - اَلَکَ - پیغام پہنچانا (یائے وصفی ہے)

نوٹ - جرمن زبان میں چ نہیں ہے - لاطینی میں کم - چ سنسکرت میں نہیں ہے - بلکہ ہندی میں ہے - چونکہ عربی میں چ نہیں ہے اور مذکورہ بالا الفاظ کا عربی مآخذ پر مبنی ہونا بھی ایک قاطع دلیل عربی کے اُمّ الالسنہ ہونے کے حق میں ہے - کیونکہ اگر مذکورہ الفاظ عربی الاصل نہ ہوتے تو ان میں سے کسی کا عربی رُوٹ ملنا غیر ممکن ہوتا - فتدبّر - وقال اللہ تعالیٰ - وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ - اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ -

اُردو زبان میں عربی الفاظ

ایک نہایت قابلِ قدر تحقیقی مضمون

دمشق (الشام) میں ایک علمی سوسائٹی قائم ہے - اس سوسائٹی کی طرف سے ایک سہ ماہی رسالہ "مجلۃ المجمع العلمی العربی" شائع ہوتا ہے - اس رسالہ کے تازہ شمارہ میں ہمارے عزیز دوست ملک مبارک احمد صاحب کا ایک فاضلانہ مضمون "الکلمات العربیۃ فی اللغۃ الاردیۃ" شائع ہوا ہے - اس مضمون میں فاضل نامہ نگار نے اُردو زبان کی تاریخ اور ترتیب پر بحث کی ہے اور پھر مختلف مثالوں سے واضح کیا ہے کہ اردو زبان کے بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو اپنی موجودہ شکل میں ہی عربی سے منقول ہیں اور بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن میں قدرے تبدیلی ہو چکی ہے اور وہ تبدیل شدہ شکل میں اُردو زبان میں پائے جاتے ہیں -

اس مضمون میں عربی زبان کے الفاظ پر بھی عالمانہ بحث کی گئی ہے - مضمون اس قابل ہے کہ اسے الفرقان کے علم دوست احباب تک پہنچایا جائے - انشاء اللہ اگلے شمارہ میں اس مضمون کا اقتباس دیا جائے گا ‌٭

البیان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر تفسیری نوٹوں کے ساتھ

الفرقان کے قارئین کے ایک حصہ کی خواہش ہے کہ رسالہ میں قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مع مختصر تفسیری نوٹوں کے شائع ہوا کرے۔ مبتدی احباب کے لئے یہ طریق بہت مفید ہے۔ الفرقان کا نصب العین قرآن مجید کی اشاعت اور تفہیم ہے اسلئے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اس تجویز کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ موجودہ صورت میں یہ ایک لمبا کام ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس کی تکمیل کی توفیق بخشے گا اور اس کی اشاعت کے لئے خود سامان پیدا فرمائے گا۔ بہرحال بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ کہتے ہوئے آغاز کیا جاتا ہے وعلی اللہ التکلان —— (ایڈیٹر)

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مَعَ الْبَسْمَلَةِ سَبْعُ اٰيَاتٍ

سورۃ فاتحہ[1] یہ سورۃ مکی ہے اور بسم اللہ سمیت اسکی سات آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

(میں) اللہ کا نام لیکر جو بے حد کرم کرنے والا بار بار رحم کرنیوالا ہے (پڑھتا ہوں)[2]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ

ہر (قسم کی) تعریف اللہ (ہی) کا حق ہے (جو) تمام جہانوں کا رب (ہے) بیحد کرم کرنیوالا بار بار رحم کرنیوالا (ہے) جزا و سزا کے

[1] **الفاتحہ** یہ سورۃ مکی ہے یعنی اس کا نزول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے پہلی زندگی میں ہوا ہے۔ اس کے مکی ہونے پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجر میں فرمایا ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ (آیت ۸۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "الحمد للہ رب العالمین ہی السبع المثانی والقرآن العظیم الذی اوتیتہ" (صحیح البخاری کتاب التفسیر) گویا سورۃ الحجر میں جس السبع المثانی کے دیئے جانے کا ذکر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر سورۃ فاتحہ سے فرما دی۔ سورۃ الحجر بالاتفاق مکی سورۃ ہے پس سورۃ الفاتحہ کا مکی ہونا خود قرآن مجید کی آیت سے ثابت ہے۔

سورۃ فاتحہ کے بہت سے ناموں میں سے ایک نام اُمّ الکتاب بھی ہے۔ درحقیقت سورۃ فاتحہ قرآن مجید کے تمام مضامین کا اصولی خلاصہ ہے اور بنیادی طور پر تمام صداقتوں کو اس میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ حضرت امام السیوطی نے کتاب الاتقان میں سورۃ فاتحہ کے پچیس

[2] ابتدائی تین رکوع کا صرف ترجمہ تفسیر کبیر سے نقل ہو رہا ہے۔

يَوْمِ الدِّيْنِ ۞ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۞ اِهْدِنَا

وقت کا مالک (ہے) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۞ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

سیدھے راستے پر چلا ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۞

جن پر نہ تو (بعد میں تیرا) غضب نازل ہوا اور نہ وہ گمراہ (ہو گئے) ہیں۔

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مَعَ الْبَسْمَلَةِ مِائَتَانِ وَسَبْعٌ وَثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَاَرْبَعُوْنَ رُكُوْعًا

سورۃ بقرہ۔ یہ سورت مدنی ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی دو سو ستاسی آیتیں ہیں اور چالیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞

(میں) اللہ (تعالیٰ) کا نام لیکر جو بے حد کرم کرنے والا بار بار رحم کرنے والا ہے (پڑھتا ہوں)

الٓمّٓ ۞ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۞

الم۔ یہی کامل کتاب ہے — اس امر میں کوئی شک نہیں — متقیوں کو ہدایت دینے والی ہے۔

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا

(ان متقیوں کو) جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور جو (کچھ)

نام تحریر کئے ہیں۔ سورۃ فاتحہ کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی ہر رکعت میں اس کا پڑھنا لازمی قرار دیا ہے نیز کتب ماتقدم میں سورۃ فاتحہ کے لئے مخصوص طور پر پیشگوئی موجود ہے۔ بائیبل کی آخری کتاب مکاشفہ یوحنا میں ایک سات مہروں والی چھوٹی سی کتاب کی پیشگوئی ہے (۵/۱) اور اسے ایک چھوٹی سی "کھلی ہوئی کتاب" قرار دیا گیا ہے (۲/۱۰) اس جگہ اس کھلی ہوئی کتاب "الفاتحہ" کے لئے عبرانی لفظ פתוח (فتوحہ) آیا ہے۔

۵ اس آیت میں اُمتِ محمدیہ کو منعم علیہم بننے کی دُعا سکھائی گئی ہے۔ مادی انعام کا اعلیٰ درجہ بادشاہت ہے اور روحانی انعام کا اعلیٰ مرتبہ نبوت ہے جیسا کہ آیت وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا (المائدہ ۲۰:۵) سے ثابت ہے۔ روحانی انعام پانے والے علی الترتیب چار قسموں میں منقسم ہیں۔ نبی، صدیق، شہید اور صالح۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی میں یہ چاروں مرتبے اُمت کو مل سکتے ہیں۔ دیکھیں سورۃ النساء آیت ۶۹۔ ۶ المغضوب علیہم سے مراد آیات احادیث کی روشنی میں یہود ہیں اور الضالین سے نصاریٰ۔ گویا مسلمانوں کو دُعا سکھائی کہ انہیں افراط و تفریط سے بچایا جائے۔ ۷ یہ حروف مقطعات کہلاتے ہیں۔ یہ سورتوں کے مضامین پر دلالت کرتے ہیں۔ بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات کا اختصار ہیں بعض صحابہؓ سے الم کے معنے انا اللہ اعلم "میں اللہ خوب جاننے والا ہوں" مروی ہیں۔

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۵ ○ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

ہم نے انہیں دیا ہے انہیں سے خرچ کرتے ہیں اور جو اس پر جو تجھ پر نازل کیا گیا ہے

وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ ۶ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ

اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا ہے ایمان لاتے ہیں اور وہ آئندہ ہونے والی (موعود باتوں) پر (بھی) یقین رکھتے ہیں یہ لوگ

عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ اِنَّ

اس ہدایت پر (قائم) ہیں جو ان کے رب کی طرف سے ہے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں ۔ وہ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ

لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے ـــــ دراں حالیکہ تیرا ڈرانا یا نہ ڈرانا ان کے لئے برابر ہے ـــــ

لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ خَتَمَ ۷ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۖ وَ

ہرگز ایمان نہیں لائیں گے ۔ اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مُہر کر دی ہے اور

عَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ وَمِنَ

ان کی آنکھوں پر پردہ (پڑا ہوا) ہے اور ان کے لئے ایک بڑا عذاب (مقدر) ہے ۔ اور بعض

النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۸ وَمَا هُمْ

لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آنے والے دن پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ

---

۵ اقامۃ الصلوٰۃ سے حقوق اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ سے حقوق العباد کی ادائیگی کو متقی کے لئے لازمی قرار دیا گیا ہے۔

۶ عام طور پر الاٰخرۃ کا موصوف محذوف الدّار یا السّاعۃ ہوتا ہے اور پیچھے آنے والا گھر یا پیچھے آنے والی گھڑی مراد لی جاتی ہے
مگر بعض جگہ الاٰخرۃ کا موصوف الکلمۃ بھی آتا ہے۔ جیسا کہ آیت فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى (النازعات: ۲۵)
میں مفسرین نے مراد لیا ہے اس صورت میں ترجمہ "پیچھے آنے والے کلماتِ الٰہیہ" ہوگا۔

۷ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے ہر فعل پر طبعی نتیجہ مترتب ہوتا ہے۔ دلوں اور کانوں پر یہ مُہر لگنا کافروں کے عناد اور تکذیب کا طبعی نتیجہ ہے چنانچہ
فرمایا طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ (نساء: ۱۵۵) اپنی بد اعمالیوں کو چھوڑ کر وہ عذاب سے بچ سکتے ہیں۔

۸ اس جگہ اللہ اور قیامت پر ایمان کے دعویٰ کا ذکر بطور اختصار ہے ورنہ منافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان کے بھی مدعی تھے
(المنافقون: ۱) اور یوں در اصل ایمان کے بنیادی ستون یہی دو امور ہیں ؛

بِمُؤْمِنِيْنَ ○ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ج وَمَا يَخْدَعُوْنَ

ہرگز ایمان نہیں رکھتے - وہ اللہ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں دھوکا دینا چاہتے ہیں مگر (واقع میں) اپنے سوا

اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ○ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۹ فَزَادَهُمُ

کسی کو دھوکا نہیں دیتے اور وہ سمجھتے نہیں - ان کے دلوں میں ایک بیماری تھی پھر اللہ نے انکی

اللّٰهُ مَرَضًا ج وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ○ وَ

بیماری کو اور بھی بڑھا دیا اور انہیں ان کے جھوٹ بولنے کے سبب سے (ایک) دردناک عذاب پہنچ رہا ہے - اور

اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۱۰ قَالُوْآ اِنَّمَا نَحْنُ

جب ان سے کہا جاتے (کہ) زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف

مُصْلِحُوْنَ ○ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا

اصلاح کرنے والے ہیں - سنو یقیناً یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں مگر (اس حقیقت کو)

يَشْعُرُوْنَ ○ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا

سمجھتے نہیں - اور جب انہیں کہا جاتے (اسی طرح) ایمان لاؤ جس طرح (دوسرے) لوگ ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں

اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۱۱ ط اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ

کیا ہم (اس طرح) ایمان لائیں جس طرح بیوقوف (لوگ) ایمان لائے ہیں - سنو! یقیناً یہی (لوگ) بیوقوف ہیں مگر اس حقیقت کو

۹ یہ بیماری مسلمانوں سے بغض و کینہ اور ان کی ترقی پر جلنے کی بیماری ہے - اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ترقی دیتا ہے تو ان کی دلی سوزش بڑھ جاتی ہے - فرمایا - اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ (سورۂ محمد: ۲۹)
کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اُن کا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے کینوں کو ظاہر نہ کریگا؟

۱۰ منافقوں کا مفسدانہ رویّہ یہ تھا کہ وہ مومنوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے اور کافروں سے سازباز کرتے تھے۔

۱۱ عربی زبان میں سَفَهٌ خفیف العقل ہونے کو کہتے ہیں - منافق مومنوں کو اس لیے کم عقل گردانتے تھے کہ مومن اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنے مال اور اپنی جانیں قربان کر رہے تھے - اپنے وطنوں کو ترک کر رہے تھے - منافقوں کی نظر میں یہ عقلمندی سے بعید تھا - مگر تاریخ شاہد ہے کہ منافق ہی بے عقل ثابت ہوتے رہتے ہیں +

لَا يَعْلَمُوْنَ ○ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا

جانتے نہیں ۔ اور جب (کبھی) وہ ان لوگوں سے ملیں جو ایمان لائے ہیں تو کہدیتے ہیں کہ ہم تو (اس سول کو) مانتے ہیں اور جب

خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ[۲] قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ○

اپنے شیطانوں سے علیحدگی میں ملیں تو کہدیتے ہیں کہ ہم یقیناً تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف (ان سے) ہنسی کر رہے ہیں۔

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ[۳] بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○

اللہ انہیں (انکی) ہنسی کی سزا دے گا اور انہیں ان کی سرکشیوں میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دے گا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کو اختیار کر لیا پس ان کا سودا

تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ[۴] ○ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ

نفع مند نہیں ہوا اور نہ انہوں نے ہدایت پائی ۔ ان کی حالت اس شخص کی حالت کی طرح ہے جس نے آگ

نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ

جلائی پھر جب اس (آگ) نے اسکے ارد گرد کے علاقہ کو روشن کر دیا تو اللہ تعالیٰ ان کی روشنی کو لے گیا اور

تَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ○ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ[۵] فَهُمْ

اس نے انہیں (قسما قسم کے) اندھیروں میں (اس حال میں) چھوڑ دیا (کہ) وہ (کوئی راہ نجات) نہیں دیکھتے ۔ وہ بہرے ہیں۔ گونگے ہیں۔ اندھے ہیں۔ پس وہ

---

[۲] یہاں پر شیاطین سے مراد منافقوں کے سردار ہیں۔ لغت میں لکھا ہے۔ وکلّ عاتٍ متمرد من انس اوجنّ اودابّة۔ (القاموس المحیط) کہ ہر سرکش نافرمان انسان کو بھی شیطان کہتے ہیں۔

[۳] عربی زبان میں کسی فعل کی سزا پر بھی وہی لفظ بول دیا جاتا ہے۔ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (شوریٰ: ۴۰) شاعر کہتا ہے ع:۔ وداووا بالجنون من الجنون (الحماسہ) کہ انہوں نے دیوانگی کا علاج دیوانگی سے کیا تھا۔ امام راغبؒ اصفہانی نے لکھا ہے:۔ ای یجازیہم جزاء الھزؤ۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے استہزاء کی انہیں سزا دیگا۔ (المفردات)

[۴] تجارت کے دوؔ فائدے ہوتے ہیں (۱) مالی نفع (۲) علم و تجربہ میں اضافہ۔ منافقوں کی "تجارت" ہر دو فائدوں سے خالی ہوتی ہے۔

[۵] علم کے تینؔ ہی ظاہری ذرائع ہیں (۱) کان سے سننا (۲) زبان سے دریافت کرنا (۳) آنکھ سے دیکھنا۔ جو لوگ اِن تینوں ذرائع کو معطل کر دیتے ہیں وہ صداقت کو قبول کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں +

لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ

لوٹیں گے نہیں یا (ان کا حال) اس بارش کی طرح ہے جو گھٹا ٹوپ بادل سے (برس رہی) ہو (ایسی بارش) جس کے ساتھ (قسم قسم کے)

رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ مِّنَ

اندھیرے اور گرج اور بجلی ہوتی ہے یہ اپنی انگلیوں کو کڑک کی وجہ سے موت کے ڈر سے کانوں میں

الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝

ڈال لیتے ہیں حالانکہ اللہ تمام کافروں کو گھیرنے والا ہے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ

قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائیوں کو اُچک کر لے جاوے جب بھی وہ ان پر چمکتی ہے تو وہ اس (کی روشنی)

مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

میں چلنے لگتے ہیں۔ اور جب ان پر اندھیرا کر دیتی ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر اللہ چاہتا

لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى

تو یقیناً ان کی شنوائی اور ان کی بینائی کو ضائع کر دیتا۔ اللہ ہر (اس) امر پہ (جس کا ارادہ کرے)

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

یقیناً پوری طرح قادر ہے۔

ﷲ منافق دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) اعتقادی جو دل میں اسلامی عقائد کو غلط سمجھتے ہیں صرف ظاہری طور پر ان کو مانتے ہیں (۲) عملی جو عقائد کو مانتے ہیں لیکن اسلام کے مقررہ احکام اعمال بجا لانے سے گریز کرتے ہیں اور قربانیوں سے ڈرتے ہیں۔ پہلی مثال اعتقادی منافقوں کی ہے اور دوسری عملی منافقوں کی۔

ﷲ اس جگہ الکافرین سے مراد یا تو خود منافقین ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی ناکامی و نامرادی کی خبر دیتا ہے اور یا پھر عام کافر مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اسلام کے مقابلہ میں سب کافر اور منافق خائب و خاسر رہیں گے۔

ﷲ منافق مسلمانوں کی فراخی اور فتح کے موقع پر تو اُن کے ساتھ ہوتے ہیں اور ایمان و اخلاص کا اظہار کرتے ہیں لیکن جب مسلمانوں پر عسر کا دور آتا ہے تو اُن سے الگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جماعتی قربانی سے گریز منافق کی واضح ترین علامت ہے۔

ﷲ لفظ لَوْ شَآءَ سے ظاہر ہے کہ ابھی تک ان منافقوں کے کان اور آنکھیں بالکل ماؤف نہیں ہوئے البتہ اگر یہی ڈگر پر چلتے رہے تو ان کی تباہی بھی یقینی ہے۔

ﷲ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی بات انہونی نہیں۔ ہاں اس کی صفات اور اس کے اپنے قول کے خلاف کسی بات کو اس کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ نہ ہی ایسے امور
لفظ "قدیر" سے ادا کئے گئے ہیں

مسئلۂ تعدّدِ ازدواج قرآن مجید کی روشنی میں

رسالہ "طلوعِ اسلام" کی غلط تفسیر کا تازہ ترین نمونہ !

ہماحدیثِ نبویؐ کے منکرین "اہلِ قرآن گروہ" کا رویّہ یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کے نام پر غلط سلط مسائل ایجاد کرکے، ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہوئے سلف صالحین اور اُمت کے بزرگوں پر زبانِ طعن دراز کرتے رہتے ہیں۔

اسلام نے انسانی فطرت اور انسانی ضرورتوں کے پیشِ نظر تعددِ ازدواج کی اجازت فرمائی ہے۔ قرآن مجید نے بیویوں سے حُسنِ سلوک کو رشتۂ نکاح کے لئے اساسی شرط قرار دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں پر فرض قرار دیا ہے کہ وہ اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کریں۔ قرآن مجید اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ بیویاں نکاح میں لانے والا امرِ عدل و انصاف کرنے کا پورا پورا ذمہ دار ہے اور بے انصافی کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سزا کا مستوجب ہے۔ اسلامی قانون کے رُو سے بے انصافی کرنے والے خاوند کو ایک طرف حکومت انصاف کرنے پر مجبور کریگی اور دوسری طرف بیوی کو اختیار ہوگا کہ اس سے علیحدگی (خلع) اختیار کرلے۔ ابتدا سے مسئلہ تعددِ ازدواج کی یہی شرعی حیثیت ہے اور ائمہ علماء اسی پر قائم ہیں۔ گویا اسلام میں نہ تو بلا قید و شرط تعددِ ازدواج کو روا رکھا گیا ہے اور نہ ہی انسانی فطرت کو مسخ کرکے اور انسانی ضرورتوں کے لئے فطری طریق کا انکار کرکے تعددِ ازدواج کو حرام ٹھہرایا گیا ہے بلکہ اسلام نے ایک درمیانہ راستہ اختیار فرمایا ہے۔

ظاہر ہے کہ جہاں ایک سے زیادہ رشتہ دار ہوں گے بیٹے ہوں، بیٹیاں ہوں، بھائی ہوں، بہنیں ہوں یا بیویاں ہوں وہاں پر انسان کے دل کا میلان بعض وجوہ و اسباب کی بنا پر ایک عزیز کی طرف زیادہ ہوسکتا ہے۔ میلان کی یہ کمی بیشی اس رشتہ دار کی ذاتی یا اضافی خوبیوں کی وجہ سے ہوتی ہے اور جہاں تک واقعات کا تعلق ہے انسانی قلب کا یہ رجحان انسان کے اختیار سے باہر ہے۔ اسی قلبی میلان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ (نساء ۱۲۹) کہ "دلی رجحان کے لحاظ سے تم بیویوں میں پورا پورا عدل نہیں کرسکتے خواہ تم اس کے لئے کتنی کوشش کرو۔ پس چاہیئے کہ ایسا نہ ہو کہ ایک بیوی کی طرف ہی پورے طور پر جُھک جاؤ اور دوسری کو درمیان میں لٹکی ہوئی (کالمعلقۃ) کی طرح چھوڑ دو"۔ اس جگہ جس عدل کے قیام کو ناممکن قرار دیا گیا ہے وہ قلبی میلان کے ہم معنی ہے جس پر جُملہ "فلا تمیلوا کل المیل" بھی شاہد ہے۔ اسی لئے عدل کو ناممکن قرار دیتے ہوئے یہ حکم نہیں دیا کہ پھر دوسری شادی مت کرو بلکہ فرمایا کہ دیکھنا صرف ایک ہی کی طرف نہ جُھک جانا اور دوسری کو اس کے حقوق سے محروم نہ کر دینا۔ گویا اس عدل کو انسانی طاقت سے باہر قرار دینے کے باوجود دوسری شادی کو ممنوع قرار نہیں دیا گیا، ہاں ظاہری سلوک اور معاملات و حقوق میں قیامِ عدل کی تلقین کی گئی ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً (النساء : ۳) کہ اگر تمہیں خطرہ ہو کہ متعدد بیویوں میں عدل قائم نہ کرسکو گے تو پھر تمہیں ایک ہی بیوی سے شادی کرنے کی اجازت ہے۔

دونوں آیتوں پر تدبر کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ عدل دو قسم کا ہے۔ ایک عدل[1] قلبی، دوسرا عدل[2] ظاہری پہلی قسم کا عدل انسان کے اختیار سے باہر ہے، دوسری قسم کا عدل انسان کے اختیار میں ہے۔ اسلئے قسم اول کے عدل نہ کر سکنے پر انسان سے شرعی مؤاخذہ نہ ہوگا لیکن قسم دوم کے عدل کو ضائع کرنے کی صورت میں اس سے مؤاخذہ ہوگا۔ گویا قلبی میلان کی کمی بیشی قابل گرفت نہیں۔ کیونکہ یہ چیز انسان کے بس میں نہیں لیکن معاملہ و سلوک کی کمی بیشی سے انسان مجرم بن جاتا ہے پس قرآن مجید نے تعدد ازدواج کے لئے جس عدل کو شرط قرار دیا ہے وہ ظاہری سلوک، اور ظاہری معاملہ کا عدل ہے اور جس عدل کو قرآن مجید نے مرد کے لئے ناممکن العمل ٹھہرایا ہے وہ میلان و رجحان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس تطبیق سے ظاہر ہے کہ آیاتِ قرآنیہ میں کسی قسم کا تضاد و تخالف نہیں ہے۔

اہلِ قرآن (منکرینِ حدیث) کا وطیرہ ہوا کے رُخ کی پیروی کرتا ہے، وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کی رُو سے دوسری شادی روا نہیں۔ وہ مسلمانوں کے چودہ سو سالہ تعامل کو "ظالمانہ قاعدہ" کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ مگر دراصل یہ سب کچھ قرآن مجید پر عدمِ تدبر کا نتیجہ ہے۔ رسالہ "طلوع اسلام" (کراچی) لکھتا ہے:۔

"خدا سے زیادہ کون انسانی فطرت اور ازدواجی تعلقات کے تقاضوں کی نزاکت اور اہمیت سے واقف ہے اسلئے سورۂ نساء میں جہاں تعدد ازدواج کے لئے انصاف کی شرط مقرر کی گئی ہے ساتھ ہی مردوں کو اس حقیقت سے متنبہ کر دیا گیا ہے کہ اس بارے میں اپنی استعداد کی نسبت کسی خوش فہمی اور حسنِ ظن میں مبتلا نہ ہو اور یہ نہ سمجھو کہ تم آسانی کے ساتھ انصاف کے تقاضے پورے کر سکو گے۔ چنانچہ فرمایا وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ۔ یعنی عورتوں کے درمیان عدل قائم کرنا ایک محال کام ہے خواہ تم اس کی کتنی ہی خواہش رکھتے ہو۔" (جولائی سنہ ۵۴ء صفحہ ۵۲)

اس جگہ مضمون نگار نے آیت کے آخری حصہ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ کو حذف کر کے غلط اثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر اسے درج کر کے اس کا بھی ترجمہ کر دیا جاتا تو بات واضح ہو جاتی کہ جس عدل اور انصاف کی شرط سے تعدد ازدواج کی اجازت دی گئی ہے اس کا مفہوم اور ہے اور جس عدل کو اس جگہ غیر مستطاع ٹھہرایا جا رہا ہے اس کی نوعیت اور ہے۔ اسی لئے تو دونوں آیتوں میں الگ الگ حکم کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر یہ صورت تسلیم نہ کی جائے تو ماننا پڑیگا کہ قرآن مجید کی آیات میں نعوذ باللہ اختلاف ہے۔ اسی ذیل میں دوسری آیت کے سلسلہ میں طلوع اسلام نے لکھا ہے:۔

"**عظیم ترین ظلم** یہ ہے کہ جن قواعد کو اسلامی قانون کہا جاتا ہے، ان میں سے اکثر یا تو قرآنی احکام کے صریحاً خلاف ہیں یا ان احکام میں ناجائز تحریف اور ان کی غلط تفسیر کر کے وضع کئے گئے ہیں۔ **انہی قواعد میں سے تعدد ازدواج کا مسئلہ** ہے۔ عام طور پر فرض کر لیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو غیر مشروط طور پر بیک وقت چار تک بیویاں نکاح میں رکھنے کی اجازت ہے اس کے لئے سورۂ نساء کی ایک آیت پر انحصار کیا جاتا ہے لیکن اس آیت کا سیاق و سباق اور الفاظ واضح طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ یہاں تعدد ازدواج کیلئے عام قاعدہ نہیں مقرر کیا گیا بلکہ ایک خاص قومی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ایک استثنائی صورت کی اجازت دی گئی ہے چنانچہ متعلقہ دو آیات کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔ اور یتیموں کو انکے مال دیدو اور اچھی چیز کو ردی سے مت بدلو اور انکے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر مت کھاؤ کیونکہ یہ بڑا گناہ ہے۔ اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو **ایسی عورتوں سے نکاح کر لو** (باقی صفحہ ۴۹ پر)

مذاکرۂ علمیہ:

مُسلمہ عورت کا پردہ بروئے قرآن مجید

(جناب چودھری احمد الدین صاحب پلیڈر گجرات)

جملہ احکام خداوندی غریب امیر اور متوسط درجہ کے لوگوں کے لئے یکساں قابلِ عمل ہوتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو حکم دینے والی برتر ہستی کا علم ناقص ٹھہرتا ہے۔ خداوند علیم، خبیر اور حکیم جو دل وجان کے اندرونی اور بیرونی قویٰ کا واقف ہے ایسا حکم کیوں کر دے سکتا ہے جس پر سب لوگ عمل نہ کر سکیں یا عمل کر کے نقصان اٹھائیں۔

مُسلمہ عورتوں کا موجودہ مروّجہ پردہ ملک پاکستان میں کیا ہے؟ عورت قیدی کی طرح بند پردہ دار مکان میں جو بعض صورتوں میں ہوادار بھی نہیں ہوتا۔ زندگی کے دن گزارتی ہے۔ نہ وہ کسی کو دیکھنے پائے نہ اس کو کوئی دیکھ سکے۔ گھر کے اندر کام کاج کرتی رہے چاروب کشی کرے۔ کھانا پکائے یا پکوائے۔ بچوں کی پرورش کرے۔ ان کو سنبھالتی رہے۔ گھر سے باہر نہ نکلے۔ اگر بہ تقاضائے ضرورت نکلے تو برقع پہن کر یا گھونگھٹ نکال کر نکلے۔ گھر میں عورتوں کی ورزش جسمانی کے صرف دو کام چکی اور چرخہ رانی تھے، وہ مشینوں نے موقوف کر دیئے ہیں۔ اب عورتیں ۲۴ گھنٹوں میں سے زیادہ حصہ وقت کا ضائع کر دیتی ہیں۔ فارغ بیٹھے بیٹھے اپنی قیمتی صحت کھو بیٹھتی ہیں۔ تپ دق، کھانسی، موٹاپا، ضعف جگر، ضعف معدہ، ضعف قلب، ہوا، ہسٹیریا اور دیگر انواع و اقسام کی ہولناک لاعلاج اور متعدی بیماریاں نمودار ہو جاتی ہیں۔ اولاد پر ان بیماریوں کا اثر پڑتا ہے۔ بچے کمزور اور ماں کی بیماری لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ آہستہ آہستہ گھر تباہ ہو جاتا ہے۔ پردہ نشین اور دیگر عورات کا جو دنیا میں مردانہ وار کام کرتی ہیں مقابلہ کر کے دیکھ لو، ۹۰ فیصدی بلکہ اس سے بھی زیادہ عورتیں بیمار ہوں گی جو موجودہ مروّجہ پردہ کے نتیجہ میں مصائب اور آلام کا سامنا کر رہی ہیں۔ کیا یہ جانکاہ پردہ حکم خداوندی ہے؟ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے:-

(۱) مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ۔ (۲۹)	(۱) جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہوتی ہے۔
(۲) مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ (۸۱)	(۲) اے مخاطب! جو نیکی تم کرتا ہے سمجھ کہ وہ خدا کی طرف سے ہے۔

ایسے پردہ کی پابندی غریب، مزدور، محنت کش اور کاشتکار عیال دار نہیں کر سکتے۔ جن کے پاس رات کو آرام کرنے کے لئے صرف ایک کمرہ یا کوٹھا ہوتا ہے۔ وہی ان کے سونے کا کمرہ، وہی مویشی خانہ اور وہی باورچی خانہ ہوتا ہے۔ دن بھر مرد عورتیں باہر جا کر کام کرتے ہیں تب ان کو قوت لایموت ملتا ہے۔ قبل تقسیم حکومت ہند کی طرف سے حساب لگایا گیا تھا کہ ہندوستان کے کاشتکار کی روزانہ اوسط آمدنی چھ پیسے سے زیادہ نہیں ہے اور کام سب سے زیادہ کاشتکار ہی کرتا ہے۔ اکثر غریب لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو تن ڈھانپنے کو پورا کپڑا میسر نہیں آتا۔ ان کی عورتیں برقع یا گھونگھٹ نکالنے کے لئے چادر کہاں سے لائیں۔

بعض اسلامی ملکوں مثلاً ایران، کردستان، ترکستان اور عربستان میں غربا خیموں میں گزارہ کرتے ہیں۔ ان کا کوئی گھر گھاٹ نہیں ہوتا۔ مرد و زن باہر کام کرتے ہیں اور رات کو خیموں میں بسیرا کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگ مروجہ شہری پردہ کے پابند نہیں رہ سکتے۔

دیہات میں کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ عورتیں کھلے منہ پھرتی اور اپنے کاروبار میں مصروف نظر آتی ہیں۔ اگر شہروں اور دیہات کے بدعملی کے واقعات کا حساب لگایا جائے تو شہروں کا پلہ بھاری نکلے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ مروجہ پردہ بدعملی کے روکنے کا ذریعہ نہیں ہے۔

مروجہ پردہ کے جواز کے لئے مندرجہ ذیل آیات قرآنی پیش کی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ان سے عورت کا گھر کی چار دیواری میں زندگی بسر کرنا لازمی ٹھہرتا ہے۔

(۱) یَا نِسَآءَ النَّبِیِّ	(۱) اے نبی کی عورتو! تم دیگر
لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ	عورات میں سے کسی کی طرح
النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ	نہیں ہو۔ اگر تم پرہیزگار
فَلَا تَخْضَعْنَ	ہو تو نرمی سے بات مت
بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ	کرو کہ مخاطب جس کے
الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ	دل میں بیماری ہو لالچ
مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا	کرنے لگے اور بات دستور
مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ	کے مطابق اور معقول کرو۔
فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا	اور اپنے ہی گھروں میں
تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ	عزت و وقار حاصل کرو
الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی	اور اگلے جاہلیت کے
(۳۳/۳۴)	زمانہ کی آرائش سے باز رہو۔

تشریح: خدا تعالیٰ نے یہ فرما کر کہ اے عورات نبی! تم دیگر عورتوں کی طرح نہیں ہو سمجھا دیا کہ اس آیہ کریمہ میں جو حکم دیا گیا ہے وہ صرف نبی کی عورتوں کے متعلق ہے نہ دیگر عورتوں کے متعلق۔

قَرْنَ فعل امر صیغہ جمع مخاطب مؤنث ہے جس کا مصدر وقار ہے نہ قرار۔ اگر اس کا مصدر قرار ہوتا تو قَرَرْنَ چاہیئے تھا۔ ایک حرف "را" کو محذوف کر کے قَرْنَ بنانے کی کوئی وجہ اہل لغت نے نہیں بتائی۔

(الف) قولہ تعالیٰ قِرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ بکسر القاف
من الوقار و بفتح القاف من القرار
کانہ یرید اقررن فحذف الراء
الاولیٰ۔ (منتہی الارب)
(قرن زیر سے ہو تو اس کا مصدر وقار ہوتا ہے
اور اگر زبر سے ہو تو اس کا مصدر قرار ہوتا
ہے۔ گویا اصل میں قررن تھا اور پہلی راء کو
محذوف کر دیا گیا ہے۔)

(ب) قولہ۔ قِرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ ھو من الوقار
(مفردات راغب)
(کہا گیا ہے کہ قرن کا مصدر وقار ہے)

اگر بالفرض قرن کا مصدر قرار ہی تصور کیا جائے تو بھی اس کے یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ سوائے اپنے گھروں کے کبھی اور جگہ نہ جاؤ اور نہ باہر نکل کر کوئی کام کرو۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ اپنے ہی گھروں میں آرام سے رہو، دوسروں کے گھروں میں نہ جاؤ۔ کُنَّ کا لفظ باقی گھروں میں جانے کی نفی پر شاہد ناطق ہے باہر نکلنے اور کاروبار کرنے کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بوجہ فیضان نبوت دیگر عورتوں کو احکام دین سکھانے والی تھیں نہ کہ اُن سے کچھ سیکھنے والی اس لئے ان کو کسی کے گھر جانے کی ضرورت نہ تھی اور اُن کے وقار کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے ہی گھروں میں رہیں اور دیگر عورتوں کا مرجع و ماوی بنی رہیں۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں جنگوں میں شریک ہوتی تھیں اور دیگر مسلمان عورتیں بھی۔ کیونکہ جنگ کی

حالت میں عورتوں کا بغیر مردوں کے اکیلے گھر میں رہنا خطرناک ہوتا ہے۔ اور عزت و ناموس کا یہی تقاضا ہوتا ہے کہ وہ مردوں کا ساتھ دیں۔

بعض اصحاب کا خیال ہے کہ عورتوں کا جنگوں میں شریک ہونا آیۂ کریمہ ذیل سے ممنوع ہے۔

(۲) اَوَ مَنْ يُّنَشَّؤُا فِي	(۲) کیا جو عورات زیورات
الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي	اور زیب و زینت میں
الْخِصَامِ غَيْرُ	پرورش پائیں اور کسی
مُبِيْنٍ ٥ (۴۳/۲)	تنازعہ یا مقدمہ کو صاف
	طور پر بیان کرکے اس پر
	روشنی نہ ڈال سکیں ان کو
	تم خدا کی بیٹیاں تجویز
	کرتے ہو اور اپنے لئے
	بیٹے پسند کرتے ہو۔

تشریح۔ الخصم مصدر خصمتہ ای نازعتہ قال تعالیٰ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ۔ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ وقول خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا ای فریقان قال وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ۔ قال وَهُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ۔
(مفردات راغب)

(خصم مصدر ہے۔ خصمتہٗ کے معنے ہیں: میں نے اس کے ساتھ تنازعہ کیا۔ خدا نے فرمایا۔ وہ سخت جھگڑالو ہے۔ وہ تنازعہ اور جھگڑے میں اپنا مافی الضمیر کھول کر بیان نہیں کرسکتی۔ دو فریقوں نے باہم جھگڑا کیا۔ وہ دوزخ میں جھگڑا کریں گے۔ وہ کھلم کھلا جھگڑالو ہے۔)

خصام اور اس کے مشتقات جہاں جہاں قرآن میں آئے ہیں ان میں سوائے زبانی جھگڑا کے اور کوئی مراد نہیں لی گئی۔ اور یہ لفظ جنگ و پیکار کے معنوں میں کہیں استعمال نہیں ہوا۔ جیسا کہ اوپر کے حوالہ جات قرآن مندرجہ مفردات راغب سے عیاں ہے۔ اس لئے یہ خیال صحیح نہیں کہ عورت بوجہ پردہ نشین ہونے کے جنگ میں حصہ نہیں لے سکتی۔ یہ بھی یاد رہے کہ عورت کی آواز قدرۃً باریک، دھیمی اور غیر مؤثر ہوتی ہے اس لئے وہ بحث مباحثہ میں مرد کا مقابلہ نہیں کرسکتی جس کے قویٰ اس سے دوچند ہوتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ عورت منکوحہ کو محصنہ اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ بعد نکاح گھر کے حصن یعنی قلعہ میں جاگزین ہو جاتی ہے۔ اور اس کی تائید میں آیۂ کریمہ ذیل پیش کی جاتی ہے۔

(۳) اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ	(۳) تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں
...... وَالْمُحْصَنٰتُ	مومنہ عورتوں میں سے
مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ	پرہیزگار عورتیں اور تم
الْمُحْصَنٰتُ مِنَ	سے پہلے جو اہلِ کتاب
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ	گذر چکے ہیں۔ ان کی
مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَا	عورات میں سے پرہیزگار
اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ	عورتیں حلال کی گئی ہیں۔
مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ	جبکہ تم ان کو ان کے مہر
مُسٰفِحِيْنَ وَلَا	دیدو۔ اور ان کے ساتھ
مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ	پرہیزگارانہ زندگی بسر
(۵/۲)	کرو۔ نہ شہوت رانی کی
	آماجگاہ بنا کر ان سے
	تعلق رکھو اور نہ پوشیدہ
	آشنا بنا کر ان کو رکھو۔

تشریح۔ معتبر لغات کے دیکھنے اور آیۂ کریمہ ہذا پر سرسری نگاہ ڈالنے سے احصان کے معنے گھر کے قلعہ میں جانشین ہونے کے غلط ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ جو مومنہ عورات اور اہل کتاب کی عورات میں سے حلال کی گئی ہیں ان کو نکاح میں آنے سے پہلے ہی محصنات کہا گیا ہے۔ اگر عقدِ نکاح میں آنے کے بعد انہوں نے محصنات بننا تھا اور گھر کی چاردیواری

میں قلعہ نشین ہونا تھا تو پھر یہ کیوں کہا گیا کہ محصنات تم پر حلال کی گئی ہیں۔

(ا) یقال حصانٌ للعفیفۃ ولذات حرمۃ قال تعالیٰ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا۔	(ا) حصان پرہیزگار اور عزت والی عورت کو کہتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔ مریم دختر عمران جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی۔

(مفردات راغب)

(ب) حصان زنِ پارسا یا شوہردار۔ رجلٌ محصنٌ مرد پرہیزگار۔ (منتہی الارب)	(ب) حصان پرہیزگار اور خاوند والی عورت کو کہتے ہیں اور محصن پرہیزگار مرد کو۔

مسلمانوں کو بدکار اور زانیہ عصمت فروش عورتوں سے جو پرہیزگار نہ ہوں نکاح کرنے کی صریح طور پر ممانعت کی گئی ہے اور صرف حصان یعنی پرہیزگار عورتیں ان پر حلال کی گئی ہیں۔

(۱) اَلزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ○ (۲۴/۳)	(۱) بدکار عورتوں سے زانی اور مشرک نکاح کرتے ہیں اور مومنوں پر ایسا نکاح حرام کیا گیا ہے۔

محصنات (پرہیزگار) عورات عفت اور عصمت کے ناقابلِ تسخیر قلعہ میں پناہ گزین ہوتی ہیں اور بوجہ پارسائی اور پاکبازی کے خدا بھی ان کی حفاظت کرتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ وَحَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (۴/۳۴) مرد کی غیر حاضری میں اس کے مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔ اور حفاظت پر اس لئے قادر ہوتی ہیں کہ خدا ان کا محافظ ہوتا ہے۔

گھر کی چاردیواری کا قلعہ غیر محفوظ، ناقابلِ اعتماد اور معرضِ خطر میں ہوتا ہے۔ اس کو کوئی نسبت تقویٰ کے قلعہ کے ساتھ نہیں ہوتی۔ جس کا خدا محافظ و نگران ہوتا ہے۔

(۴) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ ۖ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ۚ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمًا ○ (۳۳/۵۳)	(۴) اے مومنو! نبی کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہو۔ کھانا پکنے کے انتظار میں بیٹھے نہ رہو اور جب تم کو بلایا جائے تو ان گھروں میں آجاؤ۔ اور جب کھانا کھا چکو تو باہر چلے جاؤ اور باتوں میں نہ لگ جاؤ۔ تمہارے اس فعل سے نبی کو اذیت پہنچتی تھی۔ وہ تم سے شرم کرتا تھا لیکن خدا سچی بات کہنے سے نہیں رکتا۔ اور اگر نبی کی عورتوں سے تم نے سامان مانگنا ہو تو پردہ کے پیچھے مانگو۔ اس سے تمہارے اور انکے دل زیادہ پاک ہوں گے۔ تم کو زیبا نہیں ہے کہ تم خدا کے رسول کو دکھ دو۔ اور تم کو یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ اس کی وفات کے بعد کبھی اس کی عورتوں سے نکاح کرو۔ یہ بات خدا کے نزدیک بہت بڑی ہے۔

تشریح - اس آیۂ کریمہ میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتوں کا ذکر ہے۔ یہ آیۂ عام عورات کے متعلق نہیں ہے اور نہ اس سے ایسا پردہ مترشح ہوتا ہے جو گھر کی چاردیواری کے پنجرے میں جانور کی طرح عورتوں کو بند رکھے۔ اس سے اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ اگر نبی کی عورتوں سے کوئی چیز مانگنی ہو تو یکایک بلا اجازت گھروں میں داخل نہیں ہونا چاہیئے بلکہ دروازہ کے باہر کھڑے کھڑے مانگ لینی چاہیئے۔ ایسی صورت میں گھر کے اندر جانے کی ضرورت نہیں ہوتی ویسے بھی بلا اجازت کسی کے گھر میں جا گھسنا تہذیب و انسانیت کے خلاف ہے کیونکہ بعض صورتوں میں گھر کے رہنے والے ایسی حالت میں ہوتے ہیں کہ کسی غیر آدمی کا ان کو دیکھنا مناسب نہیں ہوتا اور کوئی شریف آدمی چاہے وہ مروجہ پردہ کا پابند نہ ہو یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ کوئی آدمی بلا وجہ اسکے گھر میں جا گھسے۔

آیۂ کریمہ ہذا کے ترجمے سے جو اوپر دیا گیا ہے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کو اپنے گھر میں بلا کر کھانا کھلاتے تھے۔ ان دنوں زنانہ اور مردانہ کمرے مکانات کے الگ الگ نہیں ہوتے تھے۔ جن گھروں میں مومنوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا وہیں عورتیں بھی ہوتی ہوں گی۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ بلا اجازت اندر نہ جانے کی پابندی مردوں پر لگائی گئی ہے عورتوں پر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی۔ خدا نے " لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ " (تم دیگر عورتوں کی طرح نہیں ہو) فرما کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عورات کو دیگر عورتوں پر ایک امتیازی درجہ عطا کیا ہے۔

(۵) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	(۵) اے مومنو! اپنے گھروں
اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا	کے سوائے دوسرے
بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ	گھروں میں بلا اجازت
حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا	داخل مت ہو۔ اور ان
وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا	گھر والوں کو سلام کہو۔
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ	یہ تمہارے لئے بہتر ہے
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○	یہ حکم تم کو اسلئے دیا گیا
فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ	ہے تاکہ تم یاد رکھو اور
اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا	اس پر عمل کرو۔ اگر ان
حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ	گھروں میں کوئی آدمی
وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ	نہ ہو تو ان میں بلا اجازت
ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا	داخل نہ ہو۔ اور اگر
هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَ	تم کو واپس لوٹ جانے
اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ	کو کہا جائے تو واپس
عَلِيْمٌ ○ (۲۴/۲۷)	چلے جاؤ اس سے تم
	زیادہ پاکیزگی حاصل
	کروگے اور خدا تمہارے
	اعمال کا واقف ہے۔

تشریح - اس آیتِ کریمہ سے موجودہ مروجہ پردہ کا جواز نہیں پایا جاتا۔ بلکہ اس کی تردید ہوتی ہے کیونکہ ایک اجنبی بھی گھر والوں کی جن میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اجازت لیکر ان کے گھروں میں داخل ہو سکتا ہے موجودہ پردہ داری کی صورت میں کوئی غیر مرد عورتوں کی موجودگی میں کسی گھر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اجازت لینا بھی پردہ پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی غریب اور نادار کیوں نہ ہو اور موجودہ پردہ کا پابند نہ ہو پسند نہیں کرتا کہ کوئی اجنبی اس کے گھر میں اچانک بلا اجازت آن گھسے۔ کیونکہ کیا معلوم اہلِ خانہ کس حالت میں بیٹھے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اگر بہ تقاضائے ضرورت عورتوں کو گھر سے باہر نکلنا ہو تو وہ برقع یا چادر سے اپنا سر اور چہرہ ڈھانک کر نکل سکتی ہے۔ اس کی تائید میں مندرجہ ذیل آیتِ قرآنی پیش کی جاتی ہے:-

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ	مسلمان مردوں کو کہدے

يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ۔ (۲۴/۳۱)

کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور پُوری کُھلی آنکھ سے عورتوں کو نہ دیکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ اس سے وہ زیادہ پاکیزگی حاصل کریں گے۔ اور جو کچھ وہ کرتے ہیں خدا اس سے واقف ہے۔ اور مسلمان عورتوں کو کہہ دو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور آنکھیں پُوری کھول کر مردوں کو نہ دیکھیں۔ اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ اور اپنی زینت کو سوائے اس کے جو ظاہر ہے پوشیدہ رکھیں اور اپنی اوڑھنیاں اپنی جیبوں یعنی دل اور سینہ اور گریبان کی جگہ پر ڈالے رکھیں۔

تشریح۔ اصل الخمر ستر الشئ ویقال لما یستر بہ۔ خماراً خمر جمعہٗ

(مفردات راغب)

(اصل میں خمر کے معنے کسی چیز کے ڈھانپنے کے ہیں۔ جس چیز سے کوئی چیز ڈھانپی جائے اس کو خمار کہتے ہیں اور خمر اس کی جمع ہے۔)

پس خمار اوڑھنی بھی ہو سکتی ہے، قمیص بھی اور کوٹ بھی۔

غضّ طرفہٗ فروخوابا نید چشم را (منتہی الارب)

(جب یہ کہا جائے کہ غض طرفہ تو اس کے معنے ہیں کہ اس نے اپنی آنکھ کو سُلا دیا یعنی نظر نیچی رکھی۔)

الغضّ نقصان من الطرف والصوت۔

(مختار الصحاح)

(غضّ آنکھ یا نگاہ اور آواز کے کم کرنے کو کہتے ہیں۔)

پس غضّ کے معنے ہوئے پُوری کُھلی آنکھ سے نہ دیکھنا۔ اور نظر کو نیچے رکھنا جس طرح قدرتاً اس کو رہنا چاہیئے۔

جیب سینہ ودل وگریبانِ پیرہن (منتخب اللغات)

(جیب سینہ و دل و گریبان کو کہتے ہیں۔)

عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جب باہر نکلیں تو جیوب یعنی سینہ، دل اور گریبان کی جگہ (گردن سے لیکر ناف تک) کو کپڑے سے ڈھانپے رکھیں۔ اور نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کو پوشیدہ رکھیں۔ یعنی پاؤں سے لے کر ناف تک اپنا جسم ڈھانپے رکھیں۔ سر، منہ اور ہاتھ پاؤں کے ڈھانپنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

مردوں کو صرف شرمگاہوں یعنی پاؤں سے ناف تک ڈھانپنے کا حکم ہے۔ باقی حصۂ جسم کو ڈھانپنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ شرمگاہوں کی حفاظت ظاہری بھی ہو سکتی ہے اور باطنی بھی۔ ظاہری حفاظت اُن کو کپڑے سے ڈھانپے رکھنا اور باطنی حفاظت بدچلنی سے بچنا ہے۔ اگر بدچلنی کا اجتناب کیا جائے اور تقویٰ اختیار کیا جائے تو شرمگاہوں کی خود ہی حفاظت ہو جاتی ہے۔

یہاں یہ امر خاص طور پر قابلِ غور ہے کہ اگر عورت کو سر اور منہ چھپا کر باہر نکلنے کا حکم تھا تو پھر مردوں کو یہ حکم دینے کی کیا ضرورت تھی کہ عورت کو بہ نظرِ بد مت دیکھو۔ ایک لباس سے ملبوس وجود کو بہ نظرِ بد کون دیکھتا ہے اور وہ کس طرح ناظرین کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے اور اسکے دیکھنے سے کیا قباحت لازم آتی ہے؟

بلحاظ تناسب اعضاء و قویٰ اندرونی و بیرونی مرد عورت کی نسبت زیادہ خوبصورت اور توانا پیدا کیا گیا ہے۔ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ شہادت اور وراثت کے معاملات میں مرد کو عورت سے دوچند کی نسبت ہے یعنی دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ انسان پر ہی کیا منحصر ہے دیگر حیوانات میں بھی نر مادہ سے زیادہ خوبصورت اور توانا نظر آتا ہے۔ مرغ مرغی، مور مورنی، کبوتر کبوتری، گائے بیل، گھوڑا گھوڑی وغیرہ پر نظر غائر ڈال کر دیکھ لو نر میں فعلی طاقت اور مادہ میں انفعالی طاقت ہے۔ انفعالی طاقت کو فعلی طاقت کے اپنی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلئے ابتداء آفرینش سے عورت اپنی قدرتی کمی اور نقص کو رفع کرنے کے لئے اور مرد کو متوجہ کرنے کے لئے زیورات وغیرہ سے اپنے آپ کو آراستہ و پیراستہ کرتی چلی آرہی ہے۔ اگرچہ مرد اور عورت دونوں کے لئے جو زیب و زینت کا سامان قدرۃً خدا نے پیدا کیا ہے۔ اس سے کام لینے کو حرام نہیں کیا گیا لیکن اسکے استعمال کا حکم بھی نہیں دیا گیا۔ اس کا استعمال کرنا جائز ہے لازمی نہیں ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ	کہدے کہ زیب و زینت
اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ	کے سامان اور کھانے کی
لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ	پاکیزہ اشیاء جو خدا نے
مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ	اپنے بندوں کے لئے پیدا
هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	کی ہیں۔ ان کو کس نے حرام
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	کیا ہے۔ وہ اس قریب
خَالِصَةً يَّوْمَ	موجودہ زندگی میں عموماً
الْقِيٰمَةِ ۭ (۸/۳۲)	اور بروز قیامت خصوصاً
	مومنوں کے لئے ہیں۔

لیکن کانوں اور ناک میں سوراخ کرنا اور اس میں زیور ڈالنا شیطانی تحریک[1] کا نتیجہ ہونے کی وجہ سے باعث خسران و حرمان و نقصان ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

(۱) وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۭ (۵/۱۸) (۱) شیطان نے کہا کہ میں ان کو حکم دوں گا تو وہ خدا کی پیدائش میں تغیر پیدا کریں گے۔

کسی حصۂ بدن کو چھیدنا اور ہمیشہ کے لئے اس کو متغیر کر دینا خدا کی پیدائش میں تغیر نہیں تو اور کیا ہے؟ پس ناک اور کان کا زیور جس کی خدائی قانون اجازت نہیں دیتا بحث سے خارج ہے اس کے چھپانے اور نہ چھپانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسلئے وہ "اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا" میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ ناک، کان اور سر پہ کپڑا اوڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ باقی ہاتھ کا زیور رہ جاتا ہے جو کھلے رہتے ہیں اور ان کا زیور "مَا ظَهَرَ مِنْهَا" میں داخل ہے ہاتھ کا زیور انگوٹھی، آرسی، کنگن اور چوڑی وغیرہ ہوتا ہے۔ اور پاؤں کا زیور پازیب وغیرہ، ان کے کھلا رہنے کی اجازت ہے۔ گلوبند اور ہار کی قسم کا زیور خمر کے نیچے رہنا چاہیئے اور باہر نکل کر اس کو ظاہر نہیں کرنا چاہیئے۔ ایسا قیمتی اور فاخرہ لباس جو عام طور پر عادۃً پہنا نہیں جاتا بطور زینت و آرائش کے پہن کر باہر نکلنا بھی جائز نہیں جو جاذب نظر اور باعث فتنہ ہو اور محض دکھلانے کے لئے پہنا جائے۔

(۶) يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ (۶) اے نبی! اپنی بیویوں

لِّاَزْوَاجِكَ وَ	اور بیٹیوں اور مسلمانوں
بَنٰتِكَ وَنِسَاۗءِ	کی عورتوں کو کہدے کہ
الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ	کہ وہ اپنے اوپر اپنی
عَلَيْهِنَّ مِنْ	اوڑھنیاں اور قمیصیں
جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ	قریب کریں یعنی پہنے رکھیں
اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ	زیادہ قریب ہے کہ وہ
فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَ	اس سے شناخت کی جائیں
كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا	اور ستائی نہ جائیں۔ اور

[1] فاضل مضمون نگار کا یہ نظریہ پیش کردہ آیت سے تعلق نہیں رکھتا۔ ولاٰمرنھم میں براہ راست صیغہ مردوں کا ہے۔ تاریخی طور پر صحابیات کے کانوں کے زیوروں کا ذکر ثابت شدہ حقیقت ہے۔ (الفرقان)

رَّحِيْمًا ۝ لَئِنْ لَّمْ	خدا بخشنے والا مہربان ہے
يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ	اگر منافق اور وہ لوگ
وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ	جن کے دلوں میں بیماری
مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ	ہے اور جو شہر میں جھوٹی
فِي الْمَدِيْنَةِ	افواہیں پھیلانے والے
لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ	ہیں اذیت سے باز نہیں
ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ	آئیں گے۔ تو ہم تجھ کو ان
فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝	کے خلاف انتقام کا جوش
مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا	دلائیں گے۔ پھر وہ شہر میں
ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَ	تیرے پاس بہت تھوڑا
قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝	عرصہ رہیں گے۔ اُن پر
(۳۳/۹)	لعنتیں پڑیں گی۔ جہاں
	کہیں پائے جائیں گے پکڑے
	جائیں گے اور قتل کر دیئے
	جائیں گے۔

تشریح ۔ یُدْنِیْنَ کا مصدر اِدْنَاءٌ ہے جس کے معنے قریب کرنے کے ہیں۔ (مفردات راغب)

الجلابیب القمیص والخمر الواحد جلباب

(جلابیب کے معنے قمیصیں اور اوڑھنیاں ہیں۔ یہ جلباب کی جمع ہے)

خمار کے معنوں کی تفصیل آیہ مذکورہ بالا میں آچکی ہے۔ اور یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ خمار دل، سینہ اور گریبان کی جگہ پر پہنے رکھنے کا حکم ہے۔ چونکہ آیہ ملا پہلے نازل ہوئی جو سورۃ مدنیہ ملکا میں ہے اور اس میں اوڑھنی یا قمیص کے پہننے کی جگہ وضاحۃً بتائی گئی تھی اسلئے آیہ کریمہ ہذا میں جو سورہ مدنیہ ملکا میں ہے۔ اس کے پہننے کی جگہ نہیں بتائی گئی لیکن اَلْقُرْآنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا کے مطابق تصور کیا جائیگا کہ جلابیب کے پہننے کی جگہ بھی وہی ہے جو خمر کے پہننے کی جگہ ہے۔ یعنی دل، سینہ اور گریبان کی جگہ آیت ملا میں یَضْرِبْنَ آیا ہے جس کے معنے پہنے رکھیں ہیں۔ اور آیت ہذا میں یُدْنِیْنَ آیا ہے جس کے معنے جسم کے قریب کرنے یعنی پہننے کے ہیں۔ یُدْنِیْنَ[1] کے معنے "لٹکائے رکھیں" اسلئے نہیں ہوسکتے کہ یُدْنِیْنَ کا ثلاثی مصدر دنو ہے نہ کہ دلو۔

مدینہ میں منافق بد وضع لوگ جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے اور درپردہ دشمن اسلام اور اعداء دین کے ایجنٹ تھے مسلمان عورتوں کو اذیت پہنچاتے اور اُن کی نسبت جھوٹی افواہیں پھیلا کر فتنہ بپا کرتے تھے۔ اور مسلمان بعض اوقات اپنی عورات کی شناخت نہ کرسکنے کی وجہ سے اُن کی مدد نہیں کرسکتے تھے اسلئے مسلمان عورات کا لباس ایک خاص وضع کا مقرر کیا گیا تاکہ وہ شناخت ہوسکیں اور مسلمانوں کی امداد سے محروم نہ رہیں۔ یہ حکم سینی ہی اور وقتی تھا جو خاص حالات کے ماتحت اضطراراً دیا گیا تھا، عام حکم نہیں تھا جو ہر زمانہ اور ہر حالت پر حاوی ہو۔

مرد اور عورت دونوں کو خدا نے اعضاء و جوارح اور قوائے جسمانی و دماغی روزی کمانے کے لئے عطا کئے ہیں اور دونوں کو اجازت دی ہے کہ وہ تجارت، دستکاری، زراعت اور دیگر جائز کاروبار سے اتنا روپیہ کمائیں کہ دوسرے لوگ ان کے زر و مال کی تمنا کریں۔

(۱) وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا (۱) جس زر و مال کے ذریعہ

فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ	سے خدا نے تم میں سے
بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ	بعض کو بعض پر برتری اور
لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ	فضیلت دی ہے اس
مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۭ وَ	کی تمنا نہ کرو کیونکہ مردوں

[1] یُدْنِیْنَ کے ساتھ عَلَیْھِنَّ کے لفظ پر بھی غور ہونا چاہیئے (الفرقان) اس کی دلیل بھی ہونی چاہئے۔ نیز اس سوال کا کیا جواب ہوگا کہ اگر مسلمانوں کے لئے آج بھی وہی حالات ہوں تو کیا یہ حکم واجب التعمیل نہ ہوگا؟ (الفرقان)

لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ — کو اپنی کمائی کا حصہ ملتا ہو
مِّمَّا اكْتَسَبْنَ (۴/۳۲) — اور عورتوں کو بھی اپنی کمائی کا حصہ ملتا ہے۔

(۲) فَاِذَا قُضِيَتِ — (۲) جب نماز[1] ادا ہو چکے تو
الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا — زمین میں پھیل جاؤ اور خدا
فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا — کے فضل یعنی سامان روزی
مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۶۲/۱۰) — کو تلاش کرو۔

تشریح۔ جہاں مومنوں سے مخاطب ہو کر خدا تعالےٰ کوئی ارشاد فرماتا ہے وہاں مردوں اور عورتوں دونوں سے خطاب ہوتا ہے۔ آیت ہذا میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی اجازت ہے کہ وہ اپنا سامانِ معیشت بذریعہ کاروبار خدا کی زمین میں جو بہت وسیع ہے گھر سے باہر نکل کر مہیا کریں اور اندرونِ خانہ بیکار نہ بیٹھی رہیں۔

(۳) وَجَعَلْنَا النَّهَارَ — (۲) اور دن کو ہم نے روزی
مَعَاشًا۔ (۷۸/۱۱) — حاصل کرنے کا وقت بنایا۔

تشریح۔ سورج کی روشنی میں دن کو مرد اور عورت دونوں اپنی روزی تلاش کر سکتے ہیں۔ اس بارے میں مردوں کیلئے کوئی خصوصیت بیان نہیں کی گئی۔

جملہ آیات قرآنی سے جو ادپر مطلب خیز ترجمہ کے ساتھ درج کی گئی ہیں مسئلہ عورت کا پردہ یہ ہے کہ وہ گھر سے باہر نکل کر گردن سے ناف تک یعنی گریبان وسینہ ودل کی جگہ کو کپڑے سے ڈھانپے رکھے۔ نیز پاؤں سے لیکر ناف تک اپنی شرمگاہوں کی حفاظت بذریعہ ظاہری لباس تقویٰ کرے۔ سر، منہ اور ہاتھ پاؤں کے پوشیدہ رکھنے کا کوئی حکم نہیں پایا جاتا۔ ناک اور کان کو چھید کر اُن میں زیور پہننا شیطانی تحریک کا نتیجہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔[2] ہاتھ پاؤں کے ظاہر زیور مثل انگوٹھی، آرسی، کنگن، چوڑی اور پازیب کی اجازت ہے۔ دکھاوے اور نمود کے لئے زرق برق اور فاخرہ، جالبِ نظر لباس پہن کر باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔ عورت مرد کو بہ نظرِ بد آنکھیں پھاڑ کر نہ دیکھے۔ نگاہ جس طرح قدرتِ خداوندی نے اس کو رکھا ہے نیچی رکھے۔ عورت کو گھر سے باہر نکل کر بذریعہ دستکاری، تجارت، زراعت و دیگر کاروبار اپنی معیشت اور روزی کمانے اور بوسیلہ کسبِ کمال باعثِ رشک دولت حاصل کرنے کی اجازت ہے اور اس کے انسانی پیدائشی حقوق پر بے جا قیود عائد نہیں کی گئیں۔

اس پردہ کے علاوہ جو پردہ کسی زمانہ میں تجویز کیا گیا وہ سیاسی اور وقتی ضروریات اور حالات کے تقاضا سے تجویز ہوا اور ہر زمانہ میں اس کی پابندی لازمی نہیں ہے۔ سو موجودہ پردہ جو پاکستان میں رائج ہے اضطراری طور پر وقتی و سیاسی حالات و ضروریات کے مطابق ہے اگرچہ بالآخر اسکے قدرتی مضار و نتائج سے بچنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ لوگوں کے خصوصاً شہروں کے باشندوں کے اخلاق و عادات اس قدر بگڑ چکے ہیں کہ شرفاء کی بہو بیٹیوں کا بغیر برقع گھر سے باہر نکل کر چلنا پھرنا دشوار ہو رہا ہے۔ بدکردار بیکار اور آوارہ گرد غنڈے سکولوں اور کالجوں کی طالبات کو چھیڑتے، اُن پر آوازے کستے اور ہر طرح سے اُن کو تنگ کرتے ہیں۔ آئے دن اس قسم کے مقدمات پولیس رجسٹر میں درج ہو کر عدالتوں تک پہنچ رہے ہیں۔ اگر لوگوں کے اخلاق و عادات کی قرآنی احکام کے مطابق اصلاح ہو جائے یا حکومت اپنے مضبوط ہاتھوں سے غنڈہ گردی کو نیست و نابود کر دے تو پھر موجودہ مروجہ پردہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ سیاسیات ہمیشہ تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ موجودہ سیاسی اور وقتی پردہ حالات کی تبدیلی پر تبدیل ہو سکتا ہے اور بجائے اسکے قرآنی پردہ جو اوپر مفصل بیان کیا گیا ہے عائد ہو سکتا ہے۔

بد اخلاقی اور غنڈہ پن عام طور پر بیکاری اور بے روزگاری کا نتیجہ ہوتی ہے۔ حکومتِ وقت کا فرض ہے کہ وہ بذریعہ تعلیم قرآن و اجرائے صنعت و دستکاری بے روزگاری کو دور کر کے معاشرہ میں امن و امان کی صورت پیدا کرے۔

[1] الصلوٰۃ سے نماز جمعہ مراد ہے۔ پہلے لادتوں پاس کی فرضیت ماننا پڑے گی۔ (الفرقان) [2] یہ مضمون نگار کی ذاتی رائے ہے۔ (الفرقان)

قرآن مجید کی وحی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی مشاہدات کا ایک نمونہ

(۶)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو الفرقان ماہ فروری، مارچ ۱۹۵۴ء)

از قلم جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ

سورۂ مریم کی بشارتِ عظیمہ واقعات کی روشنی میں!

یہی وہ احیائے ثانی کی خوشخبری مراد ہے، آیت ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا کے واضح الفاظ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی اُمت کے دوبارہ احیاء کے متعلق دی گئی۔ اور مریمؑ کا تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ جس طرح بنی اسرائیل کے دورِ ثانی کا احیاء مسیح ابن مریم کی بعثت سے ہوا، اسی بعثت کی مانند مسلمانوں کا احیاء بھی ایک ابن مریم کے ذریعہ سے ہوگا۔ یہ امر کہ آیا سورۂ مریم کی آیاتِ بیّنات کی یہی وہ تجلی ہے جس کی بنا پر ابن مریم، کسرِ صلیب، قتلِ دجال کی پیشگوئی کی گئی تھی ——

اب تو واقعات سے بھی ثابت ہو چکا ہے۔ کیونکہ عین اس وقت جبکہ عیسائی علماء اپنی جگہ پر اور مسلمان علماء اپنی جگہ پر ایک دوسرے سے بالکل بے خبری کی حالت میں الگ الگ حساب لگا رہے تھے کہ عیسائیوں کے عیسیٰ مسیح کی آمدِ ثانی کب ہوگی اور مسلمانوں کے مہدی کا ظہور کب ہوگا۔ تو ان میں سے ایک نے مسیح کی آمدِ ثانی کی آخری حد اٹھارھویں کا آخر (۱۸۹۰ء) قرار دیا اور دوسرے نے چودھویں کا آخر۔ دونوں نے اپنے اپنے حساب کا اندازہ اٹھارھویں صدی میں اپنی اپنی کتابوں میں شائع کر دیا۔ تو ایسے وقت میں جبکہ یہ اندازے لگائے جا رہے تھے اس سے کچھ دیر پہلے عالمِ ملکوت میں ملاء اعلیٰ کے درمیان ایک اندازہ کیا جانے لگا

اور اس اندازہ کے مطابق سورۂ مریم کی آیات بعض تو لفظاً اور بعض معناً دوبارہ نازل ہونی شروع ہوئیں۔ اور ان آیاتِ بیّنات سے مسلمانوں میں جو مریم صفت انسان تھا اس کو مخاطب کیا گیا اور فرمایا

(۱) يَا مَرْيَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ نَفَخْتُ فِيكَ مِنْ لَدُنِّي رُوحَ الصِّدْقِ۔

یعنی اے مریم! تُو اور تیرا ساتھی جنت میں رہو۔ میں نے تجھ میں اپنے حضور سے سچائی کی رُوح پھونکی ہے۔

(۲) هُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلِ۔

یعنی کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا۔

(۳) فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ[1] إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَ

[1] اَلْمَخَاضُ، خَوْض سے ہے جس کے لغوی معنے مشکلات میں داخل ہونا۔ اور مراد وہ امور ہیں جن سے خوف ناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ درد انگیز تکلیف کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس الہام کے یہ معنے ہیں کہ درد انگیز دعوت سے قوم دشمن ہو جائیگی۔ جِذْعِ النَّخْلَةِ تو بطور استعارہ کے ہے اور اس سے مراد مسلمانوں کی اولاد ہے جو صرف نام کے مسلمان ہیں اور جنہیں مامورِ وقت مخاطب کرتا ہے اور کھجور کو ہلانے سے یہ مراد ہے کہ مسلمانوں کو تحریک کی جائے۔

كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا۔

یعنی درد زِہ اُسے کھجور کے تنے کی طرف لائی اور کہنے لگی۔ اسے کاش کہ میں اس سے پہلے مرجاتی اور بھولی بِسری ہوجاتی۔

(۴) اَنّٰى لَكِ هٰذَا۔

یعنی تیرے لئے یہ رتبہ کیونکر ہو گیا۔

(۵) مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا۔

یعنی تیرا باپ تو برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔

(۶) اِنَّا جَعَلْنٰكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ۔

یعنی ہم نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا ہے۔

(۷) اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔ وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ تَمْتَرُوْنَ۔

یعنی کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں (ضرور کافی ہوگا اور اس کی ساری مرادیں پوری کرے گا) تاکہ اُسے لوگوں کیلئے نشان اور اپنی رحمت بنائے۔ اِس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہی وہ سچی بات ہے جس کے متعلق تم شک کرتے ہو اور جھگڑتے ہو۔

(۸) يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

اے عیسٰی میں ہی تجھے وفات دوں گا۔ اور تجھے بلند کروں گا اور تیرے متبعین کو ان پر جنہوں نے انکار کیا قیامت تک غالب رکھوں گا۔

یہ آخری آیت سورۂ آل عمران کی ہے باقی تمام آیات لفظاً لفظاً سورۂ مریم کی آیات یا ان کے مترادف الہامی الفاظ ہیں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ جو صیغہ مخاطب کے لحاظ سے کیا گیا ہے یہ آیات الہاماً دوبارہ نازل ہوئیں اس شخص پر جو مسلمانوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مریمی صفات تھا اور پھر اُسے مسیح ابن مریم کا خطاب دیا گیا۔ یہ الہامات ایسے زمانہ میں نازل ہوئے جب عیسی اور مسلمان علماء نے اپنی اپنی جگہ پر اندازہ کرنے کے بعد یہ اعلان کیا کہ آنیوالا موعود اٹھارھویں صدی کے آخر یا زیادہ سے زیادہ انیسویں صدی کے شروع میں آئے گا۔ اور یہ کہ اس کی آمد اس حد سے تجاوز نہیں کرسکتی۔ مذکورہ بالا کلمات وحی براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ وصفحہ ۲۴۶ وصفحہ ۴۹۶ و صفحہ ۵۰۶ وصفحہ ۵۲۱ و صفحہ ۵۱۶ پر درج شدہ ہیں۔ یہ شہرۂ آفاق کتاب ۱۸۸۰ء میں شروع ہوئی اور ۱۸۸۴ء میں مکمل کی گئی۔

سورۂ مریم کی محولہ بالا آیات کا دوبارہ نزول اِس بات کا یقینی ثبوت ہے کہ اِس سورت کا موضوع مسلمانوں کے دوبارہ احیاء سے تعلق رکھتا ہے اور جو بشارت عظمیٰ اِس سورت میں ہے اسی کی بناء پر ابن مریم کے نزول کی پیشگوئی کی گئی تھی جیسا کہ سورۂ کہف کے نزول پر فتنۂ دجال کے شر سے ہمیں غیر مبہم الفاظ میں آگاہ کیا گیا۔ اور جب فتنۂ دجال کا غلبہ ہوا تو ملأ اعلیٰ میں بھی حرکت ہوئی اور اہلِ زمین میں بھی۔ ایک اندازہ آسمان کا تھا اور ایک اندازہ زمین کا۔ آسمان کا اندازہ یہ کہ سورۂ مریم کی مخصوص آیات جن کا تعلق حضرت مریم سے ہے نازل کرنے کے لئے ایک شخص چنا گیا۔ اُس کا نام پہلے مریم رکھا گیا اور اسے اس طرح مخاطب کیا گیا جس طرح حضرت مریمؑ کو مخاطب کیا گیا تھا اور جس طرح درد زِہ کی تکلیف سے بے قرار ہوکر حضرت مریمؑ (اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا) اپنے گھر والوں سے الگ تھلگ ہوکر

ایک شرقی مکان میں خلوت نشین ہوئیں اور اسی دوران میں جس طرح حضرت مریمؑ کو فرشتے نے یہ خوشخبری دی۔ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ یہ مریمی صفت انسان بھی اسلام اور مسلمانوں کی حالتِ زار کی وجہ سے بے قرار ہو کر ہوشیار پور میں جو کہ قادیان سے شرقی جانب ہے دعائیں کرنے کی غرض سے چالیس دن کے لئے خلوت نشین ہوا۔ اسی طرح اس مریمی صفت گوشہ نشین کو زکی غلام کی خوشخبری دی گئی اور اس خوشخبری کو عظیم الشان نشانِ رحمت ٹھہرایا۔ یہ ایک مشہور و معروف پیشگوئی ہے جس کا اعلان ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو کیا گیا، جبکہ ابھی تک اس مریمی صفت انسان کو علم نہ تھا کہ وہ عنقریب دُنیا کے لئے مثیلِ مسیح قرار دیا جائے گا۔

یہ ملأ اعلیٰ کا اندازہ تھا جو ایک بڑی تفصیل کے ساتھ وقوع پذیر ہوا اور وہ وقت آیا جب اس مریمی صفت انسان نے ملأ اعلیٰ سے اللہ تعالیٰ کا یہ کلام بھی سُنا کہ:-

"ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کے
رنگ میں ہو کر وعدہ کے مطابق تو آیا ہے۔
وکان وعد اللہ مفعولاً۔"

(ازالہ اوہام طبع پنجم صفحہ ۲۳۲)

گویا یہ موعود اس لحاظ سے اپنے روحانی ارتقاء کی پہلی منزل میں اپنی معصومیت اور اپنے موعود بیٹے کے اعتبار سے مریمؑ کے مقام پر تھا اور دوسری منزلِ ارتقاء میں اپنے فرضِ منصبی کے لحاظ سے اس نے مثیل ابن مریم کا لقب پایا۔ یہ آسمان کا اندازہ واقعات پر راست بیٹھا اور زمین والوں کا اندازہ یہ تھا کہ آنے والے ابن مریم اور مہدی اٹھارھویں صدی کے آخر یا انیسویں صدی کے شروع میں ظاہر ہوں گے۔ یہ اندازہ بھی راست آیا اور اس طرح سے زمین و آسمان کے اندازوں نے ایک دوسرے کے ساتھ مطابقت کھائی اور وہ ٹھیک ٹھیک پورے ہوتے ہوئے دونوں اندازے ایک دوسرے کے مطابق بیٹھے۔

واقعاتی شہادت سے عالمِ ملکوت کے وجود پر استدلال

یہ واقعاتی شہادت اپنی نوعیت میں نہایت ہی اہم ہے[۱] نہ صرف اِس اعتبار سے کہ اس مطابقت سے کاسرِ صلیب، قاتلِ دجال اور ابن مریم کے نزول کی مشہور و معروف پیشگوئی کے منبع و مصدر کا پتہ چلتا ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ اس سے عالَمِ ملکوت کا بھی علم ہوتا ہے جو زمانہ کی حدود سے بالا اور مادی تجسد اور مادی علائق سے آزاد ہے اس کے دیکھنے اور سُننے اور سمجھنے کے لئے یہ گوشت اور پوست والے آنکھ، کان اور دل و دماغ کام نہیں دے سکتے بلکہ ان اعضاء کے ماوراء ایک اور آنکھ اور کان ہیں جن میں نہایت دُور دراز زمانہ سے غایت درجہ وسعت میں اس عالَمِ ملکوت میں حوادث کی انعکاسی صورتیں اور آوازیں دکھلائی اور سُنائی جاتی

[۱] اس امر واقعہ کا اب انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ۱۸۸۴ء میں براہین احمدیہ کی اشاعت پر مسلمانوں نے بالعموم اور ان کے چوٹی کے علماء نے بالخصوص اس کی اشاعت کا خوشی سے استقبال کیا۔ نہ صرف اسلام کی حقانیت پر پیش کردہ دلائل کی قوت اور عظمت کو ہی تسلیم کیا گیا بلکہ اس میں درج شدہ الہامات کی صداقت کو بھی تسلیم اور قبول کیا گیا۔ یہاں تک کہ غیروں کی طرف سے جب اعتراض کیا گیا تو مصنف براہین احمدیہ کی طرف سے وکالت کرتے ہوئے ان علماء نے مدافعت کی اور یہ شہادت دی کہ "مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربہ اور مشاہدہ کی رو سے شریعت محمدیہ پر قائم، پرہیزگار اور صداقت شعار ہیں اور نیز شیطانی القاء اکثر جھوٹ نکلتے ہیں مگر الہاماتِ مؤلف براہین احمدیہ (انگریزی میں ہوں یا ہندی عربی وغیرہ) سے آج تک ایک بھی جھوٹ نہیں نکلا۔" یہ شہادت دینے والے عالم اہل حدیث کے رئیس مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہیں جو مؤلف براہین احمدیہ کو طالب علمی کے زمانہ سے جاننے والے تھے۔ ملاحظہ ہو ان کا رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۷ نمبر ۹ صفحہ ۲۸۴ +

ہیں۔ اس جسمانی دل و دماغ کے بیچوں بیچ ہی ایک اور دل و دماغ ہے جس میں عالمِ غیب کے مشہودات جب منعکس ہوتے ہیں تو یقینی علم حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے بیانات کی رُو سے یہی وہ عالَم ہے جس میں ہماری نشأۃِ ثانیہ اور لقائے ربّانی کی غرض و غایت متحقق ہوتی ہے۔ یہ حقیقت آشکار کرنے کی غرض سے قرآن مجید میں اہم بالشان پیشگوئیوں کا ذکر پایا جاتا ہے جن کا سلسلہ غایت درجہ ممتد اور بہت بڑی تفصیل کا محتاج ہے اور یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں کہ یہ "کلماتِ ربّی" قلمبند کرنے کے لئے سمندر کی روشنائی چاہیئے۔

سورۂ کہف کی بأس شدید والی پیشگوئی اور اس تعلق میں انذار و بشارت کے دونوں پہلوؤں پر ایک نظرِ غائر ڈالی جائے تو یہ شاخ در شاخ چلتے ہوئے اس ایک مرکزی نقطہ پر آٹھہرتی ہے کہ دنیا میں بنی نوعِ انسان کے درمیان وہ آسمانی بادشاہت قائم ہو کر رہے گی جس کی بنیاد انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے اٹھائی گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے اس کا محل مکمل ہوا۔

آسمانی بادشاہت کے متعلق عظیم الشان پیشگوئی

یہ عظیم الشان پیشگوئی بنی نوعِ انسان کی صدیوں کی تاریخ پر حاوی ہے اور وہ سلسلہ وار حلقہ در حلقہ نمودار ہوتے ہوئے اپنے کامل ظہور کے لئے اپنے ساتھ گوناگوں حوادث کا انبارِ عظیم رکھتی ہے۔ عہدِ قدیم کا چھوٹے سے چھوٹا نبی تک بھی اس قصرِ نبوت، اس آسمانی بادشاہت کی یہ منادی کر چکا ہے کہ:۔

"خدا تیمان سے آیا اور قدوس کوہِ فاران سے۔ سلاہ۔ اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہو گئی۔ اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی۔ اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلتی تھیں اور وہاں تھی اس کی قدرت پنہاں تھی۔۔۔

۔۔۔۔۔ اس نے نگاہ کی اور قومیں پراگندہ ہو گئیں اور پہاڑ پارہ پارہ ہو گئے۔ قدیم ٹیلے جھک گئے۔ اس کی راہیں ازلی ہیں" (حبقوق ۳)

ملاکی نبی نے بھی یہی منادی کی اور کہا:۔

"ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آئے گا۔ دیکھو وہ یقیناً آئے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔۔۔۔ دیکھو وہ دن آتا ہے جو بھٹی کی مانند سوزاں ہوگا۔ تب سب مغرور اور بدکردار بھوسے کی مانند ہوں گے اور وہ دن ان کو ایسا جلائے گا کہ شاخ و بن کچھ نہ چھوڑے گا مگر تم پر جو میرے نام کی تعظیم کرتے ہو آفتابِ صداقت طالع ہوگا اور اس کی کرنوں میں شفا ہوگی۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ اور تم شریروں کو پامال کرو گے کیونکہ اس روز وہ تمہارے پاؤں تلے کی راکھ ہوں گے رب الافواج فرماتا ہے۔" (باب ۳، ۴)

تمام انبیاء علیہم السلام آدمؑ سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک اسی ایک پیشگوئی کی منادی کرتے چلے آئے ہیں۔ اس کا دامن صدیوں پر اور بحر و بر پر رہنے والی ساری قوموں پر پھیلا ہوا ہے اور زمین سے آسمان تک ممتد ہے۔ اس کا ایک ایک حلقہ بلا مبالغہ بہت بڑی شرح و بسط کا محتاج ہے۔ عیسائی قوم کی ابتدائی تاریخ بھی جس کا ذکر سورۂ کہف میں مجملاً وارد ہوا ہے۔ اس پیشگوئی کا ایک حلقہ ہے۔ اس قوم کا غاروں سے نکلنا، اطرافِ عالم میں پھیلنا اور پھولنا، یہاں تک کہ ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر لینا، یہ حادثہ عجوبۂ روزگار بھی اس کا ایک حلقہ ہے۔ عیسائیوں کی رومانی سلطنت کے آخری ایام میں حق تعالیٰ کے مقدس بندوں کی مملکت کا قیام در

بنی اسرائیل کی سوختنی قربانی اور موسوی شریعت کی منسوخی بھی اس کا ایک حلقہ ہے۔ اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ سورۃ کہف میں دو تاکستانوں کی جو مثال دی گئی ہے وہ بھی اس عظیم الشان پیشگوئی کا ایک حلقہ ہے۔ عالم ملکوت کی اصطلاح میں اور انجیل کے محاورہ کے مطابق اس سے مراد عیسائیوں کی دو بادشاہتیں ہیں۔ اور یہ جو فرمایا گیا ہے فَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا ... بَيْنَهُمَا زَرْعًا یعنی ان دو تاکستانوں کے درمیان ہم نے ایک نہر جاری کی اور اس قوم کو پھل حاصل ہوا۔ عالم ملکوت کی اصطلاح میں یہ نہر دینِ اسلام کا ہی وہ آبِ حیات ہے جو دانیال کی پیشگوئی کے مطابق رومانی سلطنت کے ایام میں جاری کیا گیا تھا اور واقعات شاہد ہیں اور مسیحی علمائے تاریخ کو بھی یہ تسلیم ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے اس آبِ حیات کے ذریعہ قرونِ اولیٰ میں عیسائی قوم کی کھیتی کو سینچا گیا جس سے وہ ایک دوسرا عظیم الشان باغ بن گیا۔ اور یہ باغ ان کی موجودہ مملکت ہے جو دانیال وغیرہ انبیاء کی پیشگوئی کے مطابق ساری دنیا پر چھا گئی ہے۔ (اس تعلق میں ملاحظہ ہو تفسیر کبیر)

اس عیسائی قوم کی پہلی حکومت کا بعد میں ایک معمولی کھیتی کی حیثیت اختیار کر لینا بھی اس کا ایک حلقہ ہے جسے بعد میں ایک نہر سے سینچا جانا تھا اور وہ سینچی گئی۔ مسلمانوں میں پہلی اقوام کی سی برگشتگی کا ظہور اور ان کا مغضوب علیہم بن جانا، ان کا فرقہ در فرقہ ہو جانا، ان کا اپنی وسیع ترین مملکت کا ضائع کر دینا اور عیسائی اقوام کو یہ موقع دینا کہ حق تعالیٰ کے بندوں کی قائم کردہ مملکت چھین کر اس کی جگہ صلیب پرستی کی مملکت قائم کر لیں یہ بھی ایک حلقہ ہے اس عظیم الشان پیشگوئی کا۔ اور اسی طرح آئندہ کے حوادث بھی ایک حلقہ ہیں اس پیشگوئی کا جس سے کسرِ صلیب اور قتلِ دجال کا مشہدِ عظیم قائم ہونے والا ہے۔

اس تعلق میں حیرت انگیز پیشگوئیوں کا ایک مہتم بالشان سلسلہ جو ہمارے زمانہ میں اب شروع ہوا ہے۔ اس سے میری مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت، پسرِ موعود کی بطور نشانِ رحمت کے ولادت اور اس بعثت اور ولادت کے تعلق میں مبشر و منذر الہامات ہیں جو تذکرہ میں درج ہیں اور ایسے وسیع انقلابات کا پتہ دیتے ہیں۔ یہ بھی درحقیقت ایک وسیع حلقہ ہے اس مقصدِ اعلیٰ کا جس کے لئے انبیاء مبعوث ہوئے۔ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا کے الفاظ اور پیرایۂ خطاب سے واضح ہوتا ہے کہ منذر و مبشر پیشگوئیوں کے سلسلہ میں ہم پر بھی ابتلاؤں کا ایک اور دور شروع ہونے والا ہے۔ سو یہ بھی ایک الگ حلقہ ہے اس مرکزی پیشگوئی کا جس کے متعلق پہلے سے خبر دی جا چکی ہے کہ سورج، چاند اور ستاروں میں نشان ظاہر ہوں گے اور زمین پر قوموں کو تکلیف ہوگی۔ کیونکہ وہ سمندر اور اس کی لہروں کے شور سے گھبرا جائیں گے۔ اور ڈر کے مارے زمین پر آنے والی بلاؤں کو دیکھتے دیکھتے لوگوں کی جان میں جان نہ رہے گی اسلئے کہ آسمان کی قوتیں ہلائی جائیں گی۔ (لوقا ۲۱/۲۴)

یہ تمام حلقے باہم پیوستہ و پیہم ہیں۔ ان میں سے ایک ایک حلقہ سے متعلقہ حوادث کو اگر لکھنا چاہیں تو حیطۂ قلم میں لانا ممکن نہیں۔ کلماتِ ربی کا یہ سلسلہ جیسا کہ سورۂ کہف کے آخر میں بتایا گیا ہے اتنا وسیع در وسیع اور شاخ در شاخ ہے کہ احاطۂ تصور میں بھی نہیں لایا جا سکتا چہ جائیکہ قلم بند ہو سکے۔ جب ہم تعلیم الاسلام ہائی سکول میں پڑھا کرتے تھے تو ان دنوں سورۂ مریم کی آیت تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا۔ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا کے متعلق میں سمجھتا تھا کہ فتنۂ مسیحیت کے بارے میں یہ بیان مبالغہ آمیز ہے مگر آج اپنی آنکھوں سے ہم نے دیکھ لیا ہے کہ جہنم خیز آتش افگن توپوں کی گرجوں سے آسمان کا کلیجہ بھی پھٹ رہا ہے۔ بمبار طیاروں

کے ذریعہ سے زمین بھی شق ہو رہی ہے اور پہاڑ بھی اڑائے جارہے ہیں۔ یہ حصۂ پیشگوئی بھی ایک حلقہ ہے اس عظیم الشان مرکزی پیشگوئی کا جس کے تعلق میں عیسائی اقوام کے متعلق انذار کرتے ہوئے فرمایا اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا۔ کہ ہم ان کے لئے ایک بہت بڑی تیاری کر رہے ہیں۔

رب الافواج کی قیامت خیز تیاری بھی ایک حلقہ ہے اس مقصد عظیم کی تکمیل کا جس کی بشارت انبیاء دیتے چلے آئے ہیں۔ ذرا تصور تو کریں کہ جہنم کی بڑی بڑی فیکٹریاں موعودہ یوم الفصل کو قریب تر لانے کے لئے انواع و اقسام کے آتش افگن سامان تیار کر رہی ہیں۔ تاکہ وہ یوم الفصل قائم ہو جس کے متعلق ابن مریم کی سی شان رکھنے والے نذیر ربانی نے قبل از وقت بایں الفاظ ہمیں اطلاع دی ہے:۔

"وہ دن آتا ہے کہ انسانوں کو حیران کر دے گا . . . . خدا فرماتا ہے کہ میں عبرتناک کام دکھلاؤں گا۔ بس نہیں کروں گا جبتک لوگ اپنے دلوں کی اصلاح نہ کرلیں۔ اِنّی مع الافواج اٰتیک بغتةً۔ میں اپنی تمام فوجوں یعنی فرشتوں کے ساتھ نشانوں کے دکھلانے کے لئے ناگہانی طور پر آؤں گا یعنی اس وقت جب اکثر لوگ بد عہدیں کریں گے اور ٹھٹھے اور ہنسی میں مشغول ہوں گے اور بالکل میرے کام سے بے خبر ہوں گے۔ تب میں اس نشان کو ظاہر کروں گا۔ تب وہ روز دنیا کے لئے ماتم کا دن ہوگا۔ مبارک وہ جو ڈرتے ہیں اور قبل اس کے کہ خدا کے غضب کا دن آوے توبہ سے اس کو راضی کرلیں۔ کیونکہ وہ حلیم اور کریم اور غفور اور تواب ہے جیسا کہ وہ شدید العقاب ہے۔" (تذکرہ صفحہ ۹۲، صفحہ ۴۹۵)

ہاں اس جہنم خیز تیاری کا تصور کریں اور پھر دیکھیں کہ کلمات ربی کا ایک ایک کلمہ اپنے ساتھ کیا کیا تفصیلات کا بحر مواج رکھتا ہے جس کی شرح و بسط جہاں ایک طرف خود کلام اللہ کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رؤیا اور مکاشفات اس کی تائید کرتے ہیں وہاں دوسری طرف انبیاء علیہم السلام یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کی تصدیق کرتے چلے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ واقعات بھی ان باتوں کی سچائی کی شہادت دیتے چلے جارہے ہیں کلام اللہ، مکاشفات نبویہ اور واقعاتی شہادت کی یہ آپس کی مطابقت اور پھر انبیاء علیہم السلام کا ہمہ گیر توافق ہمیں یقیناً ایک عالم ملکوت کا پتہ دیتا ہے[1]

عالم ملکوت سے پیوند پکڑنے پر قوائے بشریہ میں خارق عادت نشوونما

وہ ایک ایسا عالم ہے کہ جس کے ساتھ ہمارا اس دنیا میں اتصال ہماری باطنی قوتوں میں غیر معمولی قوت، جلا اور روشنی پیدا کر دیتا ہے پھر یہ ظاہری آنکھ جو اس اتصال اور پیوند کے وقت بند اور معطل ہوتی ہے نہیں دیکھتی بلکہ کوئی اور ہی آنکھ ہوتی ہے جو ملائکۃ اللہ کا مشاہدہ کرتی ہے اور یہ ظاہری کان شنوا نہیں ہوتے بلکہ کوئی اور ہی کان ہوتے ہیں جو ملائکۃ اللہ کی آواز کو سنتے ہیں۔ عالم ملکوت سے پیوند پکڑنے کے وقت یہ خاکی جسم اور اس کے اعضاء اور ان کی قوتیں بے کار محض ہوتی ہیں مگر اس کی باطنی طاقتوں میں بالکل نئی قسم کا نشوونما اور تجلی ہوتی ہے جو عالم غیب سے پردوں کو اٹھا دیتی ہے اور اس کی لامحدود کائنات کا وہ کچھ مشاہدہ انسان کو کراتی ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اس کا ایک نمونہ سورۂ کہف اور سورۂ مریم کی آیات اور ان آیات کے تعلق میں ہمارے آقائے نامدار ہادی و مرشد کامل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رؤیا اور مکاشفات کے ذکر میں ابھی پیش کیا جاچکا ہے

[1] کتاب "حیات آخرت" کی تصنیف کے وقت جب مکرم حافظ محمد صاحب کی زبانی ان کے سامنے عالم ملکوت کے ثبوت میں مذکورہ بالا مذکورہ بالا پیشگوئیاں قرآن مجید سے بطور نمونہ رکھی گئیں تو آں موصوف نے الگ شائع کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن کے لئے مدیر الفرقان قابل صد

قرآن مجید میں جہاں جہاں حیاتِ آخرت و جزا و سزا اور لقائے ربانی کا ذکر کیا گیا ہے وہاں اس کے پہلو میں کوئی نہ کوئی مہتم بالشان پیشگوئی کا ذکر بلا استثناء کیا گیا ہے اور یہ التزام یہاں تک ملحوظ رکھا گیا ہے کہ ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت بھی اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ نہیں۔ یہ توارد اور تلازم کیوں ہے؟ اسلئے کہ یہ پیشگوئیاں حقیقت نما ہیں اور وہ انکشاف ہیں ایک عالمِ غیب کے اسرار کی۔

سورۂ طٰہٰ کا موضوع

سورۂ طٰہٰ کا موضوع بھی سورۂ کہف اور سورۂ مریم کے موضوع کے ہی تسلسل میں ہے۔ چنانچہ یہ یوں شروع ہوتی ہے طٰہٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى۔ ہم نے تجھ پر یہ قرآن اسلئے نہیں اتارا کہ تو ہماری رحمت سے محروم رہے یہ الفاظ ہم معنیٰ ہیں۔ زکریا علیہ السلام کی دعا وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا۔ پھر اسی سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے واقعات بیان کرتے ہوئے خصوصیت سے اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ موسیٰؑ کے بعد ہارونؑ کی خلافت میں ان کی قوم بگڑ گئی لیکن خدا تعالےٰ نے ان کو سنبھالا۔ اور اس سورۃ کے آخر میں فرماتا ہے۔

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا
قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا
ذِكْرًا۔

انباء جمع ہے نباء کی جس کے معنے ہیں اہم خبر۔ اس لفظ سے نبی کا لفظ مشتق ہے۔ یعنی آئندہ کی خبریں سابقہ واقعات کے پیرایہ میں ہم تجھ سے بیان کرتے ہیں اور یقیناً ہم نے اپنے حضور سے ایک بہت بڑی یاددہانی تجھے دی ہے۔ اسکے بعد فرماتا ہے۔

مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۚ وَ
سَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ۝

یعنی جنہوں نے اس نصیحت سے منہ پھیرا وہ یقیناً روز قیامت بہت بڑا بوجھ اٹھائیں گے۔ اس میں لمبے عرصہ تک رہنے والے ہوں گے اور قیامت کے روز ان کے لئے بہت ہی برا بوجھ ہوگا۔ (باقی)

مخزنِ رازہائے ربانی

(از کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ)

نور فرقاں نہ تافت است چناں
کہ بماند نہاں ز دیدہ وراں
آں چراغ ہدیٰ ست دُنیا را
رہبر و رہنماست دُنیا را
رحمتے از خداست دُنیا را
نعمتے از سماست دُنیا را
مخزنِ رازہائے ربانی
از خدا آمد و خدا دانی
برتر از پایۂ بستہ بجمال
دستگیرِ قیاس و استدلال
کارسازِ اتم بعلم و عمل
بخشش اعظم و اثر اکمل
ہرکہ بر عظمتش نظر بکشاد
بے توقف خدا ایش آمد یاد
وانکہ از کبر و کیں ندید آں نور
کور ماند و ز نورِ حق مہجور
وہ چہ دارد ازاں یگاں اسرار
دل و جانم فدائے آں اسرار
ہمتِ غیبے کشید دامنِ دل
پا برآورد جذبِ یار ز گل

(براہین احمدیہ حصہ چہارم)

علمی تحقیق

یتیم پوتے کا حقِ وراثت بموجودگی عمِّ خود

جناب چودھری احمد الدین صاحب پلیڈر گجرات کے قلم سے!

پوتا کو بموجودگی عم خود اپنے دادا کی وراثت کا حق دار اس بنا پر نہیں تصور کیا جاتا کہ اس کا چچا یا وفات یافتہ کا بیٹا اس سے زیادہ قریب ہے اور الاقرب فالاقرب (جو متوفی کے زیادہ قریب ہو۔ وہ ورثہ متوفی کے لئے اقرب یا مقدم ہوتا ہے) کے اصول کے مطابق قریبی بعیدی کو وراثت سے خارج کرتا ہے۔

"الاقرب فالاقرب" نہ تو قرآن کی کوئی آیت ہے اور نہ حدیث ہے۔ مگر کہا جاتا ہے کہ یہ اصول مندرجہ ذیل حدیث سے اخذ کیا گیا ہے۔

(۱) الحقوا الفرائض باھلھا فما بقی فلاولی رجل ذکر (تجرید بخاری ص۲۹۲ حصہ دوم)

(۱) فرائض یعنی حصص مقررہ ان وارثوں کو دو جن کے لئے وہ حصص مقرر کئے گئے ہیں اور جو باقی بچے وہ ایسے مرد کو دو جو مستحق اور لائق وراثت ہو اور مخنث نہ ہو۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا اطلاق اہلِ فرائض پر نہیں ہے۔ اہل فرائض کون ہیں؟ اولاد، والدین، خاوند، عورت، بہن، بھائی۔

پوتا اور پوتی کو اولاد متصور کر کے "للذکر مثل حظ الانثیین" (مرد کو عورت سے دو چند حصہ دو) کے مطابق حصہ دلایا گیا ہے۔ اور جس طرح ایک بیٹی ہی ہو اور کوئی اولاد میں سے نہ ہو۔ تو بیٹی کو ½ حصہ اور اگر دو یا دو سے زیادہ دختران ہی ہوں تو ان کو ⅔ حصہ ملتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک پوتی ہی ہو تو اس کو ½ حصہ اور اگر دو یا دو سے زیادہ پوتیاں ہی ہوں تو ان کو ⅔ حصہ ملتا ہے۔ جیسا کہ امثلہ ذیل سے واضح ہے:۔

(۱)

متوفی زید

پسر	دختر
⅔ حصہ	⅓ حصہ

(۲)

متوفی بکر

پوتا	پوتی
⅔ حصہ	⅓ حصہ

(۳)

متوفی خالد

دختر	والد
½ حصہ	½ باقی

(۴)

متوفی حامد

دو دختران	والد	والدہ
۲/۳	۱/۶	۱/۶

(۵)

متوفی خالد

پوتی	والد	والدہ	
۱/۲	۱/۳ باقی	۱/۶ حصہ	تمثیل ہذا میں پوتی کو اولاد میں شامل کیا گیا ہے۔ اگر وہ اولاد میں شامل نہ ہوتی تو والدہ کو بجائے ۱/۶ حصہ کے ۱/۳ حصہ ملتا۔

(۶)

متوفی شریف

دو پوتیاں	زوجہ	برادر	
۲/۳	۱/۸	۵/۲۴ حصہ باقی	تمثیل ہذا میں پوتیوں کو اولاد میں شامل کیا گیا ہے اسلئے زوجہ کو بجائے ۱/۴ کے ۱/۸ حصہ دلایا گیا ہے۔

جب حدیث مذکور کا اطلاق پوتا پر جو اہل فرائض میں سے ہے، نہیں ہے۔ تو الاقرب فالاقرب کا اصول جو حدیث مذکور پر مبنی ہے پوتا پر حاوی نہیں ہے۔ اگر حاوی نہیں ہے تو اس کو پسر کا قائم مقام مان کر حصہ دلایا گیا ہے تو انصافاً اس کو بموجودگی چچم خود کیوں حصہ نہیں دلایا جاتا۔ سوال یہ نہیں ہے کہ پوتا کا باپ جو اپنے باپ کی زندگی میں فوت ہو گیا بوجہ متوفی ہونے کے وارث ہو سکتا ہے یا نہیں۔ سوال یہ ہے کہ پوتا اپنے باپ کی جگہ پر کھڑا ہو کر دعویدار ہو سکتا ہے یا نہیں۔ جب فقہاء نے اس کو قائم مقامی کی حیثیت دیکر بطور پسر کے وارث تسلیم کر لیا تو پھر کونسی وجہ مانع وراثت ہو سکتی ہے سوائے اس کے کہ الاقرب فالاقرب کا اصول حاوی کیا جائے جو حاوی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اوپر مفصل ظاہر کیا گیا ہے۔ پوتا کے وارث جد خود ہونے میں اس کے متوفی باپ کا وجود حاجب یا مانع تھا۔ جب باپ مرگیا تو حجاب اٹھ گیا اور وہ بطور قائم مقام کے مثل پسر کے وارث ہو گیا۔

یاد رہے کہ الاقرب فالاقرب کے اصول کو خود فقہاء نے توڑا ہوا ہے جیسا کہ امثلہ ذیل سے واضح ہوتا ہے۔

تمثیل (۱)

خالد زندہ دعویدار وراثت باقر پڑپوتا خود

حامد متوفی بحیات باقر

ناصر متوفی بحیات باقر

باقر - قادر دعویدار وراثت متوفی جس کی جائداد کا تنازع ہے

تمثیل ہذا میں فقہاء نے حامد پڑدادا متوفی کو جو بعید تر ہے قادر برادر متوفی پر جو نسبی لحاظ سے قریب تر ہے ترجیح دیکر اس کو بمقابلہ برادر وارث قرار دیا ہے اور قادر برادر متوفی کو محروم کر دیا ہے۔

(شریفیہ شرح سراجیہ صفحہ ۱۹)

تمثیل (۲)

حنیف	زندہ دعویدار وراثت
شریف	متوفی بحیات قائم
قائم	متوفی جس کی جائداد کا تنازعہ ہے
دائم	متوفی بحیات قائم
عالم	متوفی بحیات قائم
عالم	دعویدار وراثت
	زندہ

تمثیل ہذا میں فقہاء نے عالم پڑپوتا کو جو بعید تر ہے حنیف دادا پر جو قریب تر ہے ترجیح دیکر اس کو وارث قرار دیا ہے اور دادا کو محروم کر دیا ہے۔ (سراجیہ ص۶)

اگر یہ کہا جائے کہ یہاں قریب اور بعید کا سوال نہیں ہے بلکہ پڑپوتا کو قائم متوفی کا پسر تصور کرکے وارث بنایا گیا ہے اس لئے اس کو حنیف دادا پر ترجیح دی گئی ہے تو پھر بوضاحت تسلیم کیا گیا کہ پوتا چھوڑ پڑپوتا بھی بیٹے کا قائم مقام بن کر بمقابلہ جد وارث ہوسکتا ہے۔ اگر پڑپوتا کو جد وراثت سے خارج نہیں کرسکتا تو پوتا کو چچا کیونکر محروم کرسکتا ہے جبکہ پوتا بوجہ قائم مقام والد خود ہونے کے ایسا ہی اولاد میں داخل ہوتا ہے جیسا کہ اس کا چچا۔ تو اسکے ہمراہ عم خود وارث ہونے کے لئے کونسا امر مانع ہے۔ اگر چچا بمقابلہ پوتا کے میت کے زیادہ قریب ہے تو تمثیل ہذا میں دادا بھی میت کے زیادہ قریب ہے۔

تمثیل (۳)

متوفی عابد

والد	والدہ	دختر	پوتی
$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$

تمثیل ہذا میں دختر نے جو قریب تر ہے، پوتی کو جو بعید تر ہے وراثت سے خارج نہیں کیا۔ فقہاء نے امثلۂ مندرجہ بالا کے علاوہ جن میں قائم مقامی ضمناً مانی گئی ہے۔ صریح طور پر تمثیل ذیل میں قائم مقامی کے اصول کو تسلیم کیا ہے۔

متوفی

سلسلہ اول	دختر	دختر
سلسلہ دوم	زید پسر	رابعہ دختر
سلسلہ سوم	دختر حلیمہ	پسر شریف
	$\frac{2}{3}$	$\frac{1}{3}$

تمثیل ہذا میں سلسلہ دوم میں اختلاف جنس ہے یعنی زید پسر اور رابعہ دختر ہے۔ دختر حلیمہ کو زید پسر کا قائم مقام تصور کرکے $\frac{2}{3}$ حصہ دیا گیا جو زید کو اگر وہ زندہ ہوتا ملتا۔ اور پسر شریف کو اپنی والدہ رابعہ کا قائم مقام بنا کر $\frac{1}{3}$ حصہ للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر دیا گیا۔

یہودی قانون وراثت نے اپنے باپ کی زندگی میں مرے ہوئے پسران کی اولاد کو بطور قائم مقام والدان خود ورثہ دلایا ہے (امیر علی ص۶۱، ۶۲) اسی طرح ہندو لا اور رواج میں جو ہندو لا سے ماخوذ ہے۔ پوتے کو باپ کا قائم مقام بنا کر بموجودگی عم ورثہ دلایا گیا ہے۔ لہذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ پوتا کو چچا کی موجودگی میں دنیا کے کسی قانون نے وارث نہیں

بنایا۔ یہودی قانونِ ربانی اور ہندو لا قدیم ترین مذہبی قانون ہیں جو الہامی کتب مثل وید و عہد نامہ عتیق پر مبنی ہیں۔
مسلمانوں کے فرقہ شیعہ نے بھی صریح طور پر پوتے کا باپ کا قائم مقام ہوکر وارث ہونا تسلیم کیا ہے۔ تمثیل ذیل میں پوتے کا اپنے باپ کا قائم مقام ہوکر حصہ لینا ہندو لا، رواج و قانون ربانی یہود۔ قانون وراثت سُنی و شیعہ ظاہر ہوگا۔

زید متوفی جس کی میراث کا تنازعہ ہے

بکر
متوفی بحیاتِ والد خود
حامد دعویدار
½ حصہ بطور قائم مقام والد خود بموجب ہندو لا و قانون ربانی یہود و رواج و قانون اہلِ شیعہ
⅙ حصہ بروئے قانونِ سُنیاں مطابق قاعدہ سرشماری

خالد
متوفی بحیاتِ والد خود
ناصر　باقر　شاکر　نادر　قادر　صابر
ہر شش ½ حصہ بطور قائم مقام والد خود بموجب ہندو لا رواج و قانونِ ربانی یہود و قانونِ اہلِ شیعہ۔
⅚ حصہ بروئے قانونِ سُنیاں مطابق قاعدہ سرشماری
ہر یک ⅙ حصہ۔

حدیث مندرجہ بالا میں جس سے الاقرب فالاقرب کا اصول وضع کیا گیا ہے "فلاولیٰ رجل ذکر" کے الفاظ ہیں۔ نہ "فلا قرب رجل ذکر" کے۔ لغات عرب میں اور قرآن میں "اولیٰ" کے معنے اقرب کے نہیں ہیں۔ اس کے معنے لائق و سزاوار و مستحق و مستوجب کے ہیں۔ قریب تر کے مفہوم کے لئے اقرب و ادنیٰ و کبیر کے الفاظ ہیں۔

(۱) فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ۝ ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ۝ (۱۹/۴)

(۱) تیرے رب کی قسم ہم ان کو اور شیاطین کو اکٹھا کرینگے پھر ہم ان کو دوزخ کے گرد اگرد ایسی حالت میں کہ وہ زانو کے بل گرے ہوئے ہوں گے حاضر کرینگے۔ پھر ہم ہر گروہ سے ان کو جو رحمٰن (بخشنے والے) کے زیادہ نافرمان اور سرکش ہوں گے کھینچ نکالیں گے۔ پھر ہم زیادہ جاننے والے ہیں ان کو جو اس دوزخ میں داخل ہونے کے لائق ہیں۔

(۲) اولیٰ: سزاوار تر۔ یقال ھو اولیٰ بہٖ ای احریٰ۔ (منتہی الارب)

(۲) اولیٰ کے معنے زیادہ لائق ہیں۔ جب کہا جاوے "ھو اولیٰ بہ" تو اس کے معنے احریٰ یعنی زیادہ لائق کے ہوتے ہیں۔

(۳) حری کغنی سزاوار۔ (منتہی الارب)

(۳) حری بوزن غنی کے معنے سزاوار و لائق ہیں۔

(۴) یقال فلان اولیٰ بکذا ای احریٰ۔ (مفردات راغب)

(۴) جب کہا جائے "اولیٰ بکذا" تو اس کے معنے احریٰ یعنی زیادہ لائق یا زیادہ مستحق یا زیادہ مستوجب کے ہوتے ہیں۔

(۵) اقعد النسب ای قریب الآباء الی الجد الاکبر۔ (منتہی الارب)

(۵) جب کہا جائے "اقعد النسب" تو اس کے معنے ہیں۔ اس کے آباء و اجداد سب سے بڑے جد (مورث اعلیٰ) کے قریب ہیں۔

(۶) کُبر القوم کلاں تر و بزرگ تر قوم وھو اقعد القوم فی النسب۔ (منتہی الارب)

(۶) کُبر القوم کے معنے قوم کے سب سے بڑے کے ہیں جو نسب کے لحاظ سے قریب تر ہو۔

حدیث مذکور میں واضح نہیں کیا گیا کہ "اولیٰ رجل ذکر" نسبی وارثوں یعنی یک جدیاں میں سے ہو یا رحمی وارثوں میں سے مثلاً نواسہ یا بھانجا یا نانا یا ماموں یا خالہ زاد بھائی یا ماموں زاد بھائی یا پھوپھی زاد ہو۔

اگر نسبی وارثوں میں سے ہو تو کتنی پشت سے متوفی کو ملتا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اٹھارھویں پشت سے ہو اور ہو سکتا ہے کہ وہ پانچویں یا کسی اور قریب تر پشت سے ہو۔ آخر پشت کی کوئی حد ہونی چاہیئے ورنہ ویسے تو تمام آدمی ایک ہی آدم کی نسل سے ہیں۔

واقعات قانون پنجاب نے بھی یک جدیاں کے لئے ایک حد مقرر کی ہے۔ اگر حد مقرر نہ کی جائے تو بعیدی یک جدیاں اُن اقربین میں شامل ہو جاتے ہیں جو قرآن نے بیان کئے ہیں اور جو حقیقی وراثت ہیں۔ اس کے متعلق اگر قرآن اور سنت میں کوئی واضح حکم نہ پایا جائے تو اجتہاد کا خانہ خالی ہوتا ہے اور ماہرین قانون وراثت اس پر اپنی رائے دے سکتے ہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعیدی یک جدیاں کے مقابلہ پر قریبی ذوی الارحام کو ترجیح دی ہے۔ اور یہ فرمایا ہے کہ پہلے ذوی الفروض و ذوی الارحام (رحمی رشتہ دار) میت کو تلاش کرو۔ پھر جو قوم میں سے بہ نسبت دوسروں کے نزدیک تر ہو اس کو ترکہ دیدو۔

(۱) عن بریدۃ قال مات رجل من خزاعة فاوتی النبیؐ میراثه فقال التمسوا وارثاً او ذا رحم فلم یجدوا وارثاً او ذا رحم فقال رسول اللہؐ اعطوا الکُبر من خزاعة۔ (مشکوٰۃ بروایت ابن داؤد)

(۱) بریدہ سے مروی ہے۔ اس نے کہا کہ قوم خزاعہ میں سے کوئی مرد فوت ہو گیا۔ اس کا ترکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میت کے وارث یا ذی رحم تلاش کرو۔ اصحاب کو کوئی وارث یا رحمی رشتہ دار نہ مل سکا۔ تب حضورؐ نے فرمایا کہ قوم خزاعہ میں سے جو کُبر یعنی قریب تر ہو اس کو ترکہ دے دو۔

بھانجا کو فقہاء نے ذوی الارحام میں شامل کیا ہے اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ ذوی الارحام تب وارث ہو سکتے ہیں جبکہ ذوی الفروض (رشتہ دار جن کے حصص قرآن نے مقرر کر دیئے ہیں۔) اور عصبات (نسبی رشتہ دار یا یک جدیاں) میں سے کوئی نہ ہو لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

(۱) عن انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ابن اخت القوم من انفسھم۔ (تجرید البخاری حصہ دوم ص۲۹۲)

(۱) انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی قوم کا بھانجا اسی قوم سے تصوّر ہوتا ہے۔

بھانجا اس حدیث نبوی کے مطابق "اولی رجل ذکر" میں شامل ہوجاتا ہے۔ اس کے مقابلے اگر اٹھارھویں پشت کا یک جدی ہو جو فقہاء کے نزدیک عصبات میں سے ہے تو بتائیے کہ ان دونوں میں سے کون مستحق وراثت ہے؟

وراثت کی بنیاد یہ بیان کی گئی ہے کہ متوفی کے ہونے والے وارثان نے جتنا جتنا مالی جسمانی یا روحانی فائدہ متوفی کو پہنچایا ہو اس کے معاوضہ کے طور پر ان کو اتنا اتنا حصہ ترکہ میں ملتا ہے۔ اس اصل کی تائید قرآن سے بھی ہوتی ہے۔

(۱) اٰبَآءُکُمْ وَاَبْنَآءُکُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا۔ (۴/۱۲)

(۱) تم کو معلوم نہیں ہے کہ تمہارے آباء و اجداد اور پسران میں سے فائدہ پہنچانے کے لحاظ سے کون تمہارے زیادہ قریب ہے۔

اگر اس اصل کو جو انصاف پر مبنی ہے صحیح مان لیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ ایک قریبی وارث بوجہ اس کے کہ اس نے متوفی کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور باوجود استطاعت کے اس کی کوئی خدمت نہ کی بلکہ اس کی جائداد کا کثیر حصہ اپنی اعلیٰ تعلیم اور شادی پر منتقل کرا دیا، وراثت سے محروم رکھا جائے۔ مثلاً ایک شخص کے دو پسر ہوں، ایک کو اپنی جائداد کا بہت سا حصہ منتقل کرکے ایم۔ اے تک تعلیم دلائی ہو اور اس کی شادی پر بھی کافی روپیہ خرچ کیا ہو، بوجہ اعلیٰ تعلیم کے اس کا وہ پسر ایک اعلیٰ سرکاری عہدہ پر فائز ہو گیا ہو، اپنے عیال کو ملازمت کے دوران میں اپنے ساتھ رکھا ہوا ہو اور متوفی کو کچھ نہ دیا ہو اور اپنی کمائی اپنی ذاتی ضروریات اور عیال پر خرچ کرتا رہا۔ دوسرا پسر جاہل رہا ہو مگر وہ اپنے باپ کو کما کر کھلاتا رہا ہو، اس کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ہو، باپ نے یہ دیکھ کر کہ اس کی وفات پر تعلیم یافتہ پسر باقی ماندہ جائداد کا جو بہت تھوڑی رہ گئی ہو نصف حصہ لے جائے گا اور دوسرے اَن پڑھ پسر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ وصیت تحریری کی کہ میرا تعلیم یافتہ پسر اپنی تعلیم اور شادی پر میری جائداد کا معتدبہ حصہ خرچ کرا چکا ہے باقی ماندہ جائداد کا جو منتقل شدہ جائداد کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتی، نصف حصہ اس کو بطور وارث کے نہ دلایا جائے۔ اب بتائیے کہ قرابت کے اصول کو مدنظر رکھ کر متوفی کے دونوں پسران کو ترکہ متوفی بحصہ برابر دیدیا جائے؟

الفرقان - قرآنی آیت کے رُو سے دونوں بھائی برابر حصہ کے مستحق ہیں اسلئے یقیناً باپ کا ورثہ ان دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے مقرر کردہ حصص ہر حال میں نافذ ہونے چاہئیں اور ان کی کمی بیشی پر وارث کے کم نفع رساں یا زیادہ نفع رساں ہونے کی وجہ سے کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ قانون اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور وہی خوب جانتا ہے کہ کس نہج اور کس طریق پر میراث کی تقسیم ہونی چاہیئے۔ فرمایا اٰبَآءُکُمْ وَاَبْنَآءُکُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ○ (نساء ۱۱) کہ تمہیں کیا پتہ ہے کہ تمہارے باپ دادوں اور بیٹوں پوتوں میں سے بلحاظ نفع رسانی تمہارے کون زیادہ قریب ہے۔ یہ قانونِ میراث خدا کی طرف سے بطور فرض مقرر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا حکمت والا ہے۔

شذرات

نزولِ قرآن رات میں کیوں ہوا؟

ہفت روزہ "صدق جدید" لکھنؤ سے معلوم ہوا ہے کہ حیدرآباد دکن میں تقریر کرتے ہوئے آریہ سماجی لیکچرار پنڈت رامچندر جی دہلوی نے کہا کہ "قرآن رات میں نازل ہوا ہے رات کو تو چور اور ڈاکو آیا کرتے ہیں۔ لہٰذا ایسی کتاب پر ایمان رکھنے والوں کی کیا ذہنیت ہو سکتی ہے؟" (۲۱ مئی ۱۹۵۴ء)۔

یہ اعتراض اتنا عامیانہ ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ پنڈت رامچندر جی نے اسے کس طرح بیان کر دیا۔ کون نہیں جانتا کہ اگر چور اور ڈاکو رات میں آیا کرتے ہیں تو چوکیدار اور پہرہ دار بھی رات کو ہی آتے ہیں، چوروں اور ڈاکوؤں کا علاج کرنے والے بھی رات کو ہی آئیں گے۔ چاند بھی رات کو ہی چمکتا ہے۔ قرآن مجید کے نزول کا آغاز ایک مبارک رات میں ہوا۔ ظاہری طور پر بھی وہ رات تھی اور معنوی طور پر وہ زمانہ بھی ایک تاریک رات سے مشابہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ۔ کہ ہم نے قرآن مجید کو ایک بابرکت رات میں اُتارا ہے کیونکہ ہم اس کے ذریعہ سے چوروں اور ڈاکوؤں اور مجرموں کو انذار کرنے والے ہیں۔ گویا روحانی طور پر دُنیا شبِ دیجور تھی کہ قرآن مجید اس رات میں ماہِ تمام کی صورت میں نمودار ہوا اور اس نے دلوں کو منور کر دیا۔ آریہ سماجی لیکچرار کو اس اعتراض کے وقت یہ بات کیوں بھول گئی کہ ان کے نزدیک اُن کے سوامی دیانند جی کو بھی شِوراتری میں ہی چوہے کے ذریعے سے عرفان حاصل ہوا تھا (جیون چرتر کلاں) اور آریہ سماج آج تک اس کو ایک مقدس رات مانتی ہے۔ کیا اسلام پر اعتراض کی خاطر حقائق کے علاوہ اپنے مسلمات کا بھی انکار کر دیا جائے گا؟

پورے پاکستان کو مُلّا ازم سے خطرہ

مشرقی پاکستان کے گورنر میجر جنرل اسکندر مرزا نے اعلان کیا ہے کہ:-

"مشرقی پاکستان کو سب سے بڑا خطرہ کمیونزم سے ہے اور پورے پاکستان کو مُلّا ازم سے خطرہ ہے۔"

(الاعتصام گوجرانوالہ ۱۸ جون ۱۹۵۴ء)

مدیر الاعتصام لکھتے ہیں کہ "یہ صورتِ حال دینی رجحانات کے لوگوں کے لئے انتہائی تکلیف دہ ہے۔ اس پر تمام مذہبی اور دینی ذہن کے افراد اور جماعتوں کو نہایت سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے۔ مشرقی پاکستان کے گورنر کا مُلّا ازم کو سارے پاکستان کے لیے خطرناک قرار دینا کوئی معمولی حیثیت نہیں رکھتا اور ان کی یہ رائے ہمارے خیال میں ان کی ذاتی رائے نہیں بلکہ برسرِ اقتدار طبقہ کی انہوں نے ترجمانی کی ہے۔"

یہ تو درست ہے کہ یہ رائے صرف گورنر مشرقی پاکستان کی نہیں سارے برسرِ اقتدار طبقہ کی ہے، بلکہ پاکستان کے تمام سمجھدار انسانوں کی ہے مگر کیا مُلّا ازم کے حامیوں نے کبھی اپنے ان جابرانہ فتووں اور ظالمانہ افعال اور خلافِ انسانیت اعمال پر بھی سنجیدگی سے غور کیا ہے جو گزشتہ سالوں میں سرانجام دیتے رہے ہیں؟

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی "سچی باتوں" کے ذیل میں بعنوان "جو عرض کی تھی داغ نے آخر وہی ہوا" تحریر فرماتے ہیں:-

"گورنر مشرقی بنگال میجر جنرل سکندر مرزا کی تقریر پریس کانفرنس میں:- اس وقت پاکستان کا دشمن نمبر اوّل کمیونزم ہے اور دشمن نمبر دوم ملائیت ہے۔ اور میرا بس چلے تو میں کمیونسٹ پارٹی کو سارے پاکستان میں خلافِ قانون قرار دیدوں۔" کمیونزم اور کمیونسٹ پارٹی کا جو کچھ بھی حشر پاکستان یا کسی دوسرے مسلم ملک میں ہوا اس سے تو یہاں قطعاً سروکار نہیں

لیکن خود طبقۂ علماء جو ان کے ساتھ لپیٹ میں آرہا ہے اور پاکستان کا دشمن نمبر دوم قرار پا گیا ہے کیا یہ صورتِ حال ہم مذہب پرستوں کے لئے کچھ بھی خوشگوار ہے؟ طبقۂ علماء کے بدخواہوں کے لئے نہیں ہوا خواہوں کے لئے کچھ بھی مسرت انگیز ہے؟ لیکن اس کی ذمہ داری کس پر؟ یہ نتیجہ تو شاید نکلنا ہی تھا رنج و تأسف جتنا بھی ہو حیرت کا کچھ زیادہ موقع ہی نہیں۔" (صدق جدید ۲ جون ۱۹۵۴ء)

ہمارے نزدیک اِس صحیح تشخیص کے بعد پاکستان کے بہی خواہوں کو صحیح علاج بھی کرنا چاہیئے ورنہ یہ رِستا ہوا ناسور پاکستان کے وجود کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہوگا۔

مسلمانانِ ہند کے بدترین دشمن یہ عُلماء ہیں!

مدیر صدق جدید درد مندول کے ساتھ "خارجیت کی جارحیت" کے زیر عنوان لکھتے ہیں:۔

"اینٹی احمدیہ بلووں کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے دو سوالوں کے دو جواب:۔

(۱) "کیا آپ ہندوؤں کا جنکی بھارت میں اکثریت ہے یہ حق تسلیم کرینگے کہ وہ اپنے ملک کو ہندو دھارمک کی ریاست بنائیں؟ —— جواب: جی ہاں۔

کیا اس طرزِ حکومت میں منوسمرتی کے مطابق مسلمانوں سے ملیچھوں یا شودروں کا سا سلوک ہونے پر آپ کو کچھ اعتراض تو نہیں ہوگا —— جواب۔ جی نہیں۔

(۲) اگر پاکستان میں اس قسم کی اسلامی حکومت قائم ہو جائے تو کیا آپ ہندوؤں کو اجازت دینگے کہ وہ اپنا آئین اپنے مذہب کی بنیاد پر بنائیں؟ —— جواب۔ یقیناً بھارت میں اِس قسم کی حکومت مسلمانوں سے شودروں اور ملیچھوں کا سا سلوک بھی کرے اور ان پر منو کے قوانین نافذ کرکے انہیں حقوقِ شہریت سے محروم اور حکومت میں حصہ لینے کے نااہل قرار دے ڈالے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

یہ دونوں جوابات آپ کو یقین آئے گا کہ کن کی زبان سے عطا ہوئے ہیں! —— پہلا جواب صدر جمعیۃ علماء پاکستان' ابوالحسنات مولانا محمد احمد قادری رضوی (بریلوی) کا ہے اور دوسرا بانی و امیر جماعت اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا! اِنّا للّٰہ ثم اِنّا للّٰہ۔

تاڑ بیکس نے ڈبوئی خضر نے!

مسلمانانِ ہند کا بڑے سے بڑا دشمن بھی کیا اس سے بڑھ کر کوئی جواب دے سکتا تھا! فریاد بجز مالکِ حقیقی کے اور کس سے کیجئے! —— کس شقاوت کے ساتھ ہم کروڑ کلمہ گویوں کو سیاسی موت کا حکم سُنایا جا رہا ہے اور ان میں سے ایک جمعیۃ علماء پاکستان کے صدر ہیں اور دوسرے جماعت اسلامی کے بانی و امیر! ۔ اور مولانا مودودی کا یہ پہلا کرم مسلمانانِ ہند پر نہیں کئی سال ہوئے ایک اور فتویٰ بھی تو کچھ اس قسم کا دے چکے ہیں، کہ ہندی مسلمانوں کے ساتھ رشتۂ ازدواج جائز نہیں!

۔ ۔ وہی ہندوستان جس میں صرف رسمی اور نسلی مسلمان ہی نہیں بڑا ابرار بڑا "صالحین" یعنی جماعتِ اسلامی کے ارکان بھی آباد ہیں! —— جارحیت کی اِس حد تک تو شاید خارجیت بھی اپنے دورِ اوّل میں نہ پہنچی تھی!" (صدق جدید ۲۸ مئی ۱۹۵۴ء)

علماء کی یہ انتہائی قساوت ہے کہ وہ مظلوم مسلمانانِ ہند کے بارے میں بھی ایسے ظالمانہ فتوے دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہم دعا ہے کہ وہ اُمتِ مرحومہ کو ان سنگدل اور ناخدا ترس انسانوں سے مخلصی بخشے، آمین +

"مسئلۂ تعدّدِ ازدواج قرآن مجید کی روشنی میں" بقیہ صفحہ ۲۴

دو، تین، چار تک۔" گویا اصل مقصد اُن بیوگان کی حفاظت ہے جن کے ساتھ یتیم بچے ہیں۔" (جولائی ۵۲ء ص ۳۴)

طلوعِ اسلام نے آیت قرآنی وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ کے ترجمہ و تفسیر میں غلطی کھائی ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ یتامیٰ کی حفاظت کی جائے، بیوگان کی حفاظت کی جائے، یتامیٰ کے اموال کی نگرانی کی جائے اور انہیں ضائع ہونے سے بچایا جائے۔ یہ سب کچھ درست ہے۔ اس کا ذکر سورۂ نساء اور دوسری سورتوں میں موجود ہے مگر آیت زیرِ نظر میں اللہ تعالیٰ نے مسئلۂ نکاح اور مسئلۂ تعدّدِ ازدواج کا ذکر فرمایا ہے۔ آیت وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (نساء: ۳) کی تفسیر کرنے سے پہلے سورۂ نساء کی آیت ۱۲۷ وَمَا یُتْلٰی فِی الْکِتٰبِ فِیْ یَتٰمَی النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا کُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْکِحُوْهُنَّ کو بھی مدِّنظر رکھنا چاہیئے۔ اس مؤخر الذکر آیت نے واضح کر دیا کہ پہلی آیت میں الیتامیٰ سے مراد وہ یتیم لڑکیاں ہیں جن سے لوگ شادی کر لیتے تھے اور پھر بے انصافی کرتے تھے اور ان کے حقوق ادا نہ کرتے تھے۔ اس تشریح کی روشنی میں آیت وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ کا صحیح اور واضح ترجمہ یہ ہے کہ:-

"اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے حقوق کی منصفانہ ادائیگی نہ کروگے تو دوسری (غیر یتیم) لڑکیوں میں سے جو تمہیں پسند ہوں ان سے شادی کر سکتے ہو دو، تین اور چار تک۔"

گویا اللہ تعالیٰ نے تعدّدِ ازدواج کی اِس صورت کو کہ مرد یتیم لڑکیوں سے شادی کرے مقیّد کر دیا اور فرمایا کہ یہ بات اُسی صورت میں ہونی چاہیئے جبکہ تمہارا ضمیر اور دل پوری طرح مطمئن ہو کہ اس لڑکی کا یتیم اور کس مپرس ہونا تمہیں بے انصافی کی طرف مائل نہ کر سکے گا۔ کیونکہ جس لڑکی کے ماں باپ زندہ ہیں وہ اس کے حقوق کے لئے مطالبہ کر سکتے ہیں اور اس کی حالت کی نگرانی کر سکیں گے۔ لیکن جو لڑکی یتیم ہے اس کی بہتری کی ضمانت تو خاوند کی خدا ترسی اور اس کے مضبوط کیریکٹر اور اعلیٰ کردار ہی سے وابستہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسی لڑکیوں سے شادی سے پہلے نفس کا محاسبہ ضروری ہے، بالخصوص جبکہ تعدّدِ ازدواج کی صورت ہو تو اور بھی احتیاط لازمی ہے تا کسی قسم کی بے انصافی نہ ہو اور مرد موردِ الزام و مستوجبِ سزا نہ ٹھہرے۔

اسلام کا یہ قاعدہ انصاف اور شفقت پر مبنی ہے۔ اسلام نے خاص شرائط کے ساتھ تعدّدِ ازدواج کی اجازت فرمائی ہے۔ اور اب تو مغرب کے فرزانے بھی زمانہ کے تھپیڑے کھا کر اور واقعات سے مجبور ہو کر اسلام کے اِس قانون کی برتری کو تسلیم کر رہے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اسلام کا نام لینے والے، منکرینِ حدیث، خواہ مخواہ بھول بھلیوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ +

مفید کتابیں، رسالے اور ٹریکٹ!

(۱) خاتم النبیین کے بہترین معنے۔ اس موضوع پر مختصر اور جامع ٹریکٹ ہے۔ قیمت یکصد سالانہ پانچ روپے۔

(۲) تاریخ القرآن۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الاسدی کی تازہ ترین تصنیف۔ قیمت ۳/۸/۰۔

(۳) کلمۃ الیقین فی تفسیر خاتم النبیین۔ یہ سو صفحات کا ٹریکٹ خاتم النبیین کی تفسیر میں ایک جامع ومانع مگر مختصر مضمون پر مشتمل ہے۔ تعلیم یافتہ غیر احمدی اصحاب میں اس کی بکثرت اشاعت ہونی چاہیئے۔ فی نسخہ ایک آنہ اور فی سینکڑہ پانچ روپے۔

(۴) حضرت مسیح ناصری کی زندگی کے بارے میں جدید انکشاف۔ بڑے حجم کے چار صفحات پر عمدہ کاغذ پر انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کے حوالہ سے حضرت مسیح علیہ السلام کی تین تصویریں مفصل مضمون کے ساتھ شائع کی گئی ہیں۔ یہ تصویریں حضرت مسیح کی جوانی، ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کی ہیں۔ ان تصاویر سے عیسائیت کا یہ عقیدہ سراسر باطل ٹھہرتا ہے کہ حضرت مسیح ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر جا بیٹھے تھے۔ یہ مضمون انگریزی، اردو اور عربی میں اکٹھا شائع کیا گیا ہے۔ فی نسخہ ایک آنہ اور فی سینکڑہ پانچ روپے۔

نوٹ:۔ ہر دو ٹریکٹوں کے ایک ایک نسخہ کے لئے مع محصول ڈاک تین آنے کے ٹکٹ بھیجیں۔!

(۵) الفرقان کے تین خاص نمبر۔ (۱) "خاتم النبیین نمبر" دسمبر ۱۹۵۲ء میں مسئلہ ختم نبوت پر قرآن مجید کی روشنی میں الفرقان کا خاتم النبیین نمبر شائع ہوا ہے۔ قابل دید مضامین کا مجموعہ ہے۔ حجم یکصد صفحات اور قیمت ایک روپیہ (۲) "خلافت نمبر" مسئلہ خلافت کے جملہ پہلوؤں پر بسیر حاصل بحث پر مشتمل نمبر ہے۔ شیعہ صاحبان کی مسلّمہ کتب کے حوالہ جات سے خلفاء راشدین کی خلافت کا ثبوت دیا گیا ہے۔ حجم یکصد صفحات اور قیمت ایک روپیہ (۳) "سالانہ علمی نمبر" یہ نمبر بھی اپنی ٹھوس اور علمی معلومات کے لحاظ سے الفرقان کا ایک خاص نمبر ہے۔ حجم یکصد صفحات قیمت ایک روپیہ۔

(۶) احکام القرآن۔ مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الاسدی۔ قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں اسلامی اخلاق و آداب پر مبسوط بحث کی گئی ہے۔ قابل دید ہے۔ کتابی حجم کے ساڑھے تین صد صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت ساڑھے تین روپے۔

نوٹ:۔ سلسلہ احمدیہ کی جملہ کتب بھی پتہ ذیل سے طلب فرمائیں:۔

مینیجر مکتبہ الفرقان۔ احمد نگر۔ ربوہ ضلع جھنگ۔ پاکستان